درس حدیث

محمد اظہر مدنی

قرآن کی تلاوت کا فائدہ

وعن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ حسنة والحسنة بعشر امثالہا لا اقول: الم حرف، ولکن الف حرف، ولام حرف، ومیم حرف (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص قرآن مجید میں سے ایک بھی حرف پڑھتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں قرآن کو سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔'' (صحیح بخاری)

تشریح: قرآن کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ جس کی تلاوت باعث اجر وثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت وفضیلت اور اس کی افادیت کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یونس:۵۷) ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ قرآن کی اہتمام کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (سورہ بقرہ:۱۲۲) ''وہ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔''

''یتلون حق تلاوتہ'' کی تفسیر میں کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں'' مثلاً (۱) خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں۔ جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم کا ذکر آتا ہے تو اس سے پناہ مانگتے ہیں (۲) اس کے حلال کو حلال، حرام کو حرام سمجھتے اور کلام الٰہی میں تحریف نہیں کرتے (جیسے دوسرے یہودی کرتے تھے) (۳) اس میں جو کچھ تحریر ہے۔ لوگوں کو بتلاتے ہیں۔ اس کی کوئی بات چھپاتے نہیں (۴) اس کی محکم باتوں پر عمل کرتے، متشابہات پر ایمان رکھتے اور جو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، انھیں علماء سے حل کرواتے ہیں (۵) اس کی ایک ایک بات کا اتباع کرتے ہیں۔ (فتح القدیر) واقعہ یہ ہے کہ حق تلاوت میں یہ سارے ہی مفہوم داخل ہیں اور ہدایت ایسے ہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو مذکورہ باتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔'' (تفسیر احسن البیان)

قرآن عربی زبان میں ہے، ہم لوگ دیگر زبان سیکھنے کے لئے کافی وقت اور پیسہ لگاتے ہیں، اچھے سے اچھے ٹیچروں کا انتخاب کرتے ہیں قرآن ہماری مذہبی کتاب ہے اس کے بغیر ہم اپنی شریعت کو مکمل طریقے سے نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ماں باپ بچوں کو عربی زبان کی تدریس کی طرف توجہ دلائیں ان کے اندر قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کو سمجھنے کی ترغیب دلائیں۔ جب ہم دنیاوی ترقی کے لئے دیگر مضامین کے لئے وقت نکال سکتے ہیں۔ روپیہ پیسہ خرچ کرسکتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرسکتے ہیں تو اپنی آخرت کو سنوارنے اور کامیاب ہونے کے لئے اپنی مذہبی کتاب کی تعلیمات کو سیکھنے میں وقت اور پیسہ کیوں نہیں خرچ کرسکتے ہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگ انگریزی میڈیم کے نام پر موٹی موٹی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن جب عربی زبان کی تدریس یا اس کی تعلیم کی بات آتی ہے تو کوتاہ دست ہوجاتے ہیں مختلف طرح کے حیلے بہانے کرتے ہیں۔

جس طرح سے قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی خوشخبری دی گئی ہے اسی طرح سے عمل نہ کرنے کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) پر عمل کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے سے بہت سی قوموں کو بلند مرتبہ اور کامیابی عطا کرے گا اور بہت سی قوموں کو اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ذلیل ورسوا کرے گا۔ (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی لوگوں کو قرآن کی تلاوت کرنے، سیکھنے، اس کو سمجھنے، اس کی تعلیمات کو پوری انسانیت تک پہنچانے اور اپنے آل واولاد کے لئے مفید بنانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین وصلی اللہ علی النبی

☆☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اسلام کا پہلا مدرسہ: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۸
صفت رضاء	۱۱
دعوت دین میں صبر کی اہمیت	۱۴
نفلی عبادات میں مصلحت کی رعایت	۱۸
شوہر بیوی کے چند اہم حقوق	۲۰
لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی فضیلت	۲۲
وقت کی قدر وقیمت اور نیا سال	۲۵
دوروزہ عالمی سیمینار بعنوان شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ۔ حیات وآثار	۳۱
اشتہار اہل حدیث منزل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۵۰؍روپے
فی شمارہ ——— ۷؍روپے
پاکستان ——— ۵۰۰؍روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ: www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل: jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

ایک اہم رپورٹ

حقائق ووقائع کو جاننے کے لیے دنیا کی حکومتیں، انجمنیں اور عدالتیں اپنے اپنے دائرہ کار میں جائزہ کمیٹیاں تشکیل دیتی ہیں اور ان سے مفصل ومختصر رپورٹیں طلب کرتی ہیں۔ جس معاملے کی تحقیق وتدقیق کی جاتی ہے اور جس کے سلسلے میں معلومات اور رپورٹیں طلب کی جاتی ہیں ان کے متعلقین پر ایک عجیب طرح کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے اور جوں جوں وقت قریب آتا جاتا ہے ان کے تن بدن میں کھنچاؤ، تشنج اور تناؤ پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے اور رپورٹ کے اعلان کا وقت جیسے جیسے قریب ہوتا جاتا ہے اس رپورٹ کے مندرجات، محتویات اور مشمولات سے متعلق تمام لوگوں کا تجسس، تذبذب، پریشانیاں اور بے چینیاں بڑھنے لگتی ہیں اور جونہی اعلان ہوتا ہے اور رپورٹ آتی ہے لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جاتے ہیں اور چہ میگوئیاں شروع ہوجاتی ہیں اور لوگوں پر اس کے مختلف اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں۔ ایک فریق اس سے ایگری کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے تو دوسرا اس پر برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ ایک فریق خوشیاں مناتا ہے جبکہ دوسرا غم میں ڈوب جاتا ہے اور اس رپورٹ سے سخت الجھن اور تنگی محسوس کرتا ہے۔ ایک موافقت میں باتیں کرتا ہے تو دوسرا مخالفت پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ ایک جماعت اس کی تعریف وتحسین کرتی ہے تو دوسری اس کی مذمت اور برائی کرتی نظر آتی ہے۔ ایک گروہ اسے نیک فال سمجھتا ہے تو دوسرا گروہ اسے نحوست، بدفالی اور بدحالی کا ذریعہ مانتا ہے۔ آپ نے سچر کمیٹی کی رپورٹ پڑھی ہوگی اور اس پر آج تک جو متضاد تبصرے ہورہے ہیں وہ ذہن میں بھی ہوں گے۔

ملک میں جرائم ومظالم کے واقعات اور حادثات کے علاوہ مالی وجانی اور انسانی حقوق ومعاملات کے واقعات کی تحقیق وتدقیق کے لیے جب کمیٹیاں بنتی ہیں اور ان کی رپورٹیں آتی ہیں تو کیا کیفیت ہوتی ہے؟ یا انفرادی احوال کے جاننے کے لیے جب کمیشن بیٹھتا ہے اور جائزہ رپورٹ تیار کی جاتی ہے تو لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے؟ اور جب حقائق منظر عام پر لائے جاتے ہیں تو کتنے ہی

چہرے اداس اور شرمندہ ہوجاتے ہیں اور کتنے ہی چہرے کھل اٹھتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ان رپورٹوں سے کتنوں کی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور دنیا کی نظروں میں وہ انسان ذلیل وخوار ہوجاتے ہیں۔لوگ اس دنیا میں خائف رہتے ہیں کہ ہماری انکوائری نہ ہوجائے، ہمارے خلاف کوئی رپورٹ نہ تیار کی جارہی ہو، ہمارے پیچھے جاسوس اور مخبر نہ لگا دیئے گئے ہوں۔ ہمارے گھر والے ہمارے اخلاق وافعال کا تعاقب نہ کررہے ہوں۔بیوی شوہر کا اور شوہر بیوی کا، باپ بیٹے کا، بیٹا باپ کا، ایک رشتہ دار دوسرے قرابت دار کا، ایک خاندان دوسرے خاندان کا، ایک دوست دوسرے دوست اور رقیب کا، ایک فریق دوسرے فریق کا، ایک پارٹی دوسری پارٹی کا اور ایک مذہب والا دوسرے دھرم والے کا پیچھا کررہا ہے، اس کے بارے میں معلومات اور اس کے ہفوات اور سیئات کو جمع کررہا ہوتا ہے اور اس کو ذلیل اور بے عزت کرنے کے لیے مواد اکٹھا کرکے شائع کردیتا ہے، بین ثبوتوں کو پیش کرتا ہے، واضح حقائق بیان کرتا ہے، ناقابل انکار مواد کے ذریعہ اپنی رپورٹ کو مزین و مدلل کرتا ہے اور اس طرح اس کے مخالفین کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔وہ انسان اب دوسرے کے سامنے منہ دکھانے کے لائق نہیں رہتا ہے۔ملاوٹ، جعلی اور بناوٹی اشیاء اور ملمع سازی کے ذریعہ جو اپنی دکان چمکاتے ہیں ان کی ایسی قلعی کھل جاتی ہے کہ وہ اب کہیں کے نہیں رہ جاتے اور نہ انہیں منہ چھپاتے اور بھاگتے ہی بنتی ہے۔ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، ہر طرف سے ان پر لعنت وملامت برستی نظر آتی ہے، اب کوئی بھرم باقی نہیں رہ جاتا اور جب حساب وکتاب اور انکوائری شروع ہوجاتی ہے تو یہ ذلت وخواری انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔کوئی جاجائے فرار بننے کے لیے تیار نہیں ہوتی یا تو انسان جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا جاتا ہے یا پھر دار ورسن اور پھانسی کے پھندے کا شکار ہوکر بدنامی وبدحالی اور بدانجامی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔اور بسا اوقات "خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ" انھوں نے دونوں جہاں کا نقصان اٹھالیا" (حج:۱۱) کا مصداق ٹھہرتا ہے۔

اسی لیے انسان اپنے خلاف کسی بھی انکوائری، کمیشن اور رپورٹ سے ڈرتا ہے اور بھرپور کوشش کرتا ہے کہ اس کے خلاف کسی طرح کا کوئی شوشہ نہ چھوڑا جائے، کوئی الزام تراشی نہ ہو، کوئی مقدمہ قائم نہ ہو، کسی طرح کوئی جانکاری لیک نہ ہو، کوئی انکوائری اور مخبری نہ ہو، اس کے چھوٹے بڑے کاموں اور حرکات و سکنات کی ریکارڈنگ نہ ہونے پائے۔اس کی نجی، سماجی، ملکی اور ملی زندگی کا کوئی پہلو عیاں نہ ہونے پائے۔خصوصا اس کی ذاتی زندگی میں کوئی کسی طرح سے دخیل وشریک نہ ہو۔اور اگر کوئی ہورہا ہے تو بڑے بڑوں کی پگڑی اچھلنی شروع ہوجاتی ہے۔چھوٹے بڑے اعمال وحرکات کو اگر ریکارڈ کیا جائے اور ان کی تصویرکشی کی جانے لگے تو ظاہر وباطن کا تضاد اور اندر وباہر کے خرابات سامنے نظر آنے لگیں گے۔"من نوقش عذب" کا منظر دنیا میں ہی اسکروٹنی کے بعد پیش ہونے لگے گا۔اس لیے انسان ان حالات سے سراسیمہ و پریشان ہوجاتا ہے۔حالانکہ یہ سب عارضی رپورٹیں ہیں، خطاء وتقصیر سے خالی نہیں ہوتیں، کمی و بیشی اور حشو وزوائد سے پاک نہیں گردانی جاسکتیں۔نیتوں اور اعمال کا فرق بھی ہوسکتا ہے۔غلط فہمیاں ہوسکتی ہیں، تزویر اور جعلی ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا جاسکتا ہے۔اس کے مختلف اعذار اور اسرار بیان کیے جاسکتے ہیں، بھاگنے اور بچنے کے سو بہانے انسان بنا سکتا ہے اور اس کی مختلف توضیح وتعبیر اور تاویل کرنے کا تو ویسے بھی انسان ماہر ہے۔سزا متعین ہونے اور جرم ثابت ہوجانے کے بعد بھی اپیلوں کی گنجائش اور عفو ودرگذر کے مراحل انسان کے پاس ہوتے ہیں اور کچھ نہ ہوتو انسان لاکھ ظالم ہو، اس کے ظلم وجرم کا پردہ فاش ہوچکا ہو، رپورٹیں صاف صاف اور صحیح صحیح مع ثبوت وادلہ درج کی گئی ہوں مگر انسان اس سے مکر جاتا ہے اور اپنے آپ کو مظلوم ومقہور گردان کر تسلی حاصل کرلیتا ہے۔گواہی بگاڑ دیتا ہے، وکیلوں کا سہارا لیتا ہے، ثبوتوں کو مٹا دیتا ہے۔ججوں کو خرید لیتا ہے، دھمکیاں دیتا ہے، سفارشیں لگاتا ہے۔مگر کیا انسان نے کبھی غور کیا کہ اس کی زندگی کی اہم ترین رپورٹ جو تمام ثبوتوں اور ناقابل انکار حقائق وشواہد کے ساتھ ہر لمحے تیار کی جارہی ہے اس کا وہ کبھی انکار کرسکے گا اور اس میں شک وشبہ کی ادنیٰ گنجائش ہوگی؟ اس وقت کیا ہوگا اس کی کبھی فکر دامنگیر ہوئی؟ ـ"يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ" (طارق:۱۱) کا منظر ہوگا اور "وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا" "ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ (اپنے اوپر) کھلا ہوا پالے گا۔" (الاسراء:۱۳) یہ وہ ناقابل تردید رپورٹ ہوگی، جس کی ریکارڈنگ اور رپورٹنگ اس کے اول یوم سے کی جارہی ہے۔کراما کاتبین اس کے دائیں بائیں

سے ہر چھوٹی بڑی بات نقل فرما رہے ہیں، ایک ایک حرکت کی کتابت ہو رہی ہے، ہر چیز تحریری شکل میں منضبط کی جا رہی ہے۔ یہ وہ رپورٹ نہیں ہے جو ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں پیش کر رہا ہے اور ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں لکھ رہا ہے اور معلومات جمع کر رہا ہے۔ اس پر اضطراب و بے چینی پائی جا رہی ہے اور بہت سے لوگ بدحواسی کے عالم میں ہیں اور بڑے بڑوں کی پگڑی اچھل رہی ہے۔ تو پھر غور کرو کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب میرا اور آپ کا کچا چٹھا اور بھر پور معلومات پر مبنی یہ دو ہزار ایک ہزار صفحات کی رپورٹ نہیں بلکہ بڑے بڑے صحائف، مجلّات وسجلات، خالق و مالک حقیقی کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے اور اس میں ہمارا تصرف، ہر قول، ہر فعل اور تمام حرکات وسکنات جسمانیہ وقلبیہ پیش کر دی جائیں گی۔ وہ کسی بادشاہ یا حکمراں کا دربار نہ ہوگا بلکہ احکم الحاکمین اور شہنشاہ و بادشاہوں کے بادشاہ والا جاہ کا دربار ہوگا اور انسان پکار اٹھے گا۔ "وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا" "اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس (کی تحریر) سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں: ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا اور جو کچھ انھوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم وستم نہ کرے گا۔" (الکھف:۴۹)

موجودہ دور کے کیمرے اور ویڈیوز سے بھی زیادہ تمثیل وتجسیم اور تصویر کے ساتھ مکمل کر کے اصلی شکل میں پیش کر دیئے جائیں گے۔ سامنے رکھے آئینہ سے بھی زیادہ واقعیت کے ساتھ سارے مناظر اور تمام سین اور منظر عالم آخرت میں جلوہ گر ہو جائیں گے کہ انسان کو اس دن کے ہولناک اور خوفناک منظر اور انجام وعذاب کو دیکھ کر انکار وحجو اور فرار کی خواہش اور فکر کے باوجود اعتراف جرم کر لے گا۔ "فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ" "پس انھوں نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا" (ملک:۱۱) لیکن اس وقت یہ اعتراف واقرار جرم ذرہ برابر بھی مفید کار نہ ہوگا بلکہ مزید وبال جان بنے گا اور انسان بھڑکتی ہوئی جہنم میں دھتکار کر جھونک دیا جائے گا۔ "فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ" "اب یہ دوزخی دفع ہوں (دور ہوں)" (ملک:۱۱) اس اعتراف جرم کے بعد یہ آرڈر آئے گا۔

دنیا خفیہ رپورٹیں تیار کرتی ہے، بہت سے راز سربستہ ظاہر بھی نہیں ہو پاتے اور بڑے بڑے حادثات رونما ہو جاتے ہیں۔ مختلف وسائل وذرائع سے ان کی تحقیق وتوثیق ہوتی ہے۔ کھوجی کتے لگائے جاتے ہیں، سائنٹفک طور پر اس کی جانچ ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ راز رہتا ہے کہ یہ ایٹم بم مہلک ہتھیار کے طور پر تیار کہاں کیا گیا تھا؟ لیکن وہ اہم رپورٹ جو انسان کے بارے میں ہر لمحہ تیار کی جا رہی ہے، اس میں اس کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔

سن لو! "اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ" "کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان سرگوشیوں کو نہیں سنتے، (یقیناً وہ برابر سن رہے ہیں) بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔" (الزخرف:۸۰) وہ رات اور دن میں پیہم آنے والے فرشتے جو فجر وعصر میں نمازوں کی حاضری کے لیے آتے ہیں اور بدرگاہ حضرت باری تعالیٰ حاضری اور رپورٹ پیش کرتے ہیں کیا وہی کافی نہ تھے ہمارے صبح وشام ومدام کے اعمال کے جائزے کے لیے؟ مگر نہیں۔ یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ ہر وقت اور ہر لمحہ دو لکھنے والوں کے علاوہ مالک و مولائے حقیقی سے کون سا ذرہ ہے جو اوجھل اور غائب ہے۔ "يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ" "وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو (خوب) جانتا ہے۔" (غافر:۱۹)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ. مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" "ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔" (ق:۱۶-۱۸)

بھلا بتاؤ ایک بھیدی لنکا ڈھا دیتا ہے۔ ایک رپورٹر رشوت کھا لیتا ہے، رحم کھانے لگتا ہے، رشتہ ناطہ کا نکل آتا ہے۔ سورس، پیروی اور سفارش و چاپلوسی،

اس دنیا میں سب کچھ چل جاتا ہے پھر بھی اس قدر پرہول ماحول ہوجاتا ہے۔ بھلا بتلاؤ جس دن رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا، بیٹا ماں کا ساتھ چھوڑ جائے گا۔ باپ سے دور بھاگ جائے گا اور بیوی بچے بیگانہ وبعید ہوجائیں گے۔ بلکہ سب، حتی کہ رواں رواں اور اپنے ہاتھ پاؤں بھی اپنے خلاف گواہ بن جائیں گے۔ ایسے میں تمہاری تفصیلی رپورٹ اور کتاب تمہارے سامنے رکھ دی جائے گی۔ اور فرد جرم عائد ہوچکی ہوگی پھر کیا حال ہوگا؟ اور اس کے علاوہ صاف صاف ان کے اعضاء کے حرکات ومحتویات پر ان کے اعضاء مہر تصدیق وتوثیق ثبت فرمائیں گے۔ اور ادنیٰ چوں وچرا، لب کشائی اور چناں چنیں کے لئے بھی فرصت ومہلت نہیں ملے گی۔ "اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" ''ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔'' (یٰسین:۶۵)

اور اس وقت کا کیا منظر ہوگا اور تمہارا حال کیا ہوگا جب تم اپنے رب کے حضور مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جاؤ گے؟ "اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" ''بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے، اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔'' (یٰسین:۱۲)

اللہ جل شانہ نے دنیا ہی میں یہ سب رزلٹ آؤٹ فرمادیے ہیں۔ امتحان کے سارے نشیب وفراز اور اس میں کامیابی وناکامی کی ایک ایک بات سمجھادی ہے، سوالنامے پہلے سے عطا کردیے گئے ہیں، امتحان میں پوچھے جانے والے کاموں کی تفصیل واضح کردی گئی تھی، آداب وواجبات اور شرائط سب بتادیے گئے تھے، پرچہ کیسے جانچا جائے گا اور نمبرات حاصل کرنے کے لیے کیا اسلوب اور طریقے اختیار کیے جائیں گے وہ سب آئینہ کی طرح تمہارے سامنے رکھ دیے گئے تھے۔ تم تھے اور تمہارا کام تھا، کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا، تم کو پوری یکسوئی سے بس اپنے پڑھے ہوئے سبجکٹ اور سمسٹر کا ہی امتحان دینا ہے اور اگر ایک سمسٹر یعنی صرف چند دن زندہ رہے اور بس تو اس پر بھی تمہیں فل مارکس مل جائے گا، پاس گردانے جاؤ گے، حتی کہ تم پر جو فرائض عائد کیے گئے روزہ، نماز، حج، حقوق اللہ وحقوق العباد کے، اس میں بس امتحان ہال میں داخل ہونا یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا تھا کہ رخصت ہوگئے ایک نماز کا وقت بھی نہیں گذرا تھا کہ چل بسے، مگر نمبر پورا ملے گا۔ لیکن اگر تم کو پرچہ لکھنے کے لیے سال بھر کا یا اس سے زیادہ ساٹھ ستر سال کا موقع ملا اور تم نے اس پر بھی کچھ نہیں لکھا تو تمہیں فیل کردیا جائے گا۔ پھر دور ثانی نہیں آئے گا اور صاف صاف نتیجہ تمہارے ہاتھوں میں آجائے گا۔ "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ" (حاقه:۱۹) ''سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔''

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ۔ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ''لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔'' (حاقة:۲۶-۲۵)

"یا عبادی انما ھی اعمالکم احصیھالکم ثم أو فیکم ایا ھا فمن وجد خیرا فلیحمد اللہ ومن وجد غیر ذلك فلا یلومن الا نفسه" (مسلم) ''اے میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے محفوظ کررہا ہوں۔ پھر میں تمہیں ان اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص اچھا نتیجہ پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور جس کو اچھا بدلہ نہ ملے تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔''

"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ" (زلزال:۷-۸) ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔''

اس رپورٹ کے آنے کے بعد انسان کی کیا کیفیت اور حالت ہوگی؟ اس کے تصور سے ہی کانپ جائیے، دہل جائیے، لرزہ براندام ہوجائیے اور خاک میں مل جائیے، چار چار آنسو بہائیے، گریہ وزاری اور آہ وفغاں کیجیے اور واویلا مچائیے اور بار بار موت کا شکار ہوجانے کی دہائی دیجیے یا خاک میں مل جانے کی تمنائیں اور آرزوئیں کرتے جائیے اور جس قدر بھی اپنی حالت زار پر نوحہ وماتم کیجیے کم ہے۔ ورنہ کل تو یہ سب کرنا ہی ہوگا۔ لیکن اس وقت کچھ کام نہیں آئے گا۔ سب دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ "يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ۔ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ

مَالِيَهْ ۔هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ‘ (الحاقہ:۲۷۔۲۹)’’کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کردیتی، میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہیں دیا، میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا‘‘

’’وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ‘‘ (البقرہ:۴۸)
’’اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ شفاعت اور سفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اس کے عوض لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے‘‘

’’يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا‘‘ (النباء:۴۰)’’جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا‘‘

’’وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۔فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا‘‘ (الانشقاق:۱۰۔۱۱)’’ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو بلانے لگے گا‘‘۔

’’يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ۔ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ۔فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ‘‘ (القارعۃ:۴۔۹)
’’جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانے کی طرح ہوجائیں گے اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا‘‘

’’ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۔وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۔تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ‘‘ (عبس:۳۸۔۴۱)’’بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے جو ہنستے ہوئے اور ہشاش وبشاش ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے، جن پر سیاہی چڑھی ہوئی گی‘‘

لیکن یاد رکھو! اس حساب وکتاب اور رپورٹ کے آنے اور پیش کئے جانے اور حساب وکتاب کے دفتر یعنی نامہ اعمال کو تمہیں سنانے اور سونپے جانے سے پہلے اس کا اعلان آئے گا۔اس اعلان سے ہی تمہارا سینہ شق ہونے لگے گا۔ ذہن ماؤف ہوجائے گا اور موت کی سی مدہوشی اور دہشت تمہارے اوپر طاری ہوجائے گی، تمہارے اوسان خطا کرجائیں گے۔تم نفسی نفسی کے عالم میں مبتلا ہوکر بدحواسی کے عالم میں پروانوں کی مانند بکھرے پڑے ہوگے اور کوئی تمہارا پرسان حال نہ ہوگا۔

جب محشر بپا ہوگا۔زمین تانبے کی ہوگی، آسمان فولاد کا ہوگا، نہ ماں بیٹی کی ہوگی اور نہ بیٹا باپ کا ہوگا۔زمین پر بھوکمپ اور بھونچال آیا ہوگا۔آسمان اور پہاڑ ریزہ ریزہ اور روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑ رہے ہوں گے۔اس وقت سب کانپ رہے ہوں گے، آنکھیں جھکی ہوئی اور پتھرائی ہوئی ہوں گی اور ایسا بھونچال آجائے گا کہ ماں اپنے شیر خوار بچے کو بھول بھال کر اپنے میں بے حال ہوگی، حاملہ مائیں اپنے حمل کو وقت سے پہلے ساقط کردیں گی، بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور اس وقت عجیب سماں ہوگا۔

’’يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ‘‘ ۔يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ‘‘ (حج:۱۔۲)’’اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے، جس دن تم اسے دیکھ لوگے دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلاتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گرجائیں گے۔اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے‘‘۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۔تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۔قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۔اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ‘ (النازعات:۶۔۹)
’’جس دن کانپنے والی کانپے گی، اس کے بعد ایک پیچھے آنے والی پیچھے پیچھے آئے گی اور بہت سے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے، جن کی نگاہیں نیچی ہوں گی‘‘۔

اِذَا السَّمَاۗءُ انْفَطَرَتْ۔ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۔وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (انفطار:۱۔۴)’’جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہہ نکلیں گے اور جب قبریں شق کرکے اکھاڑ دی جائیں گی‘‘۔

ہر شخص کے لئے آخرت میں سب سے اہم اور عظیم رپورٹ ہے جو تیار کی جارہی ہے۔ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس اہم اور آخری رپورٹ کے لئے تیار کریں۔ اپنے آپ کو اس میں مشغول رکھیں۔اور اللہ جل شانہ سے کسی طرح اگر دوری ہے تو فوراً اپنے حاکم اور مولیٰ کی طرف رجوع کریں۔زندگی کے ان چند ایام کو غنیمت جانیں، پھر تو اللہ جل شانہ کے سامنے ہم نے جو کچھ کیا ہے اسے لے کر حاضر ہونا ہے۔مجھے اس موقع سے اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک رحمہ اللہ کی بات یاد آرہی ہے جو انھوں نے حضرت ابوحازم سے کہی: ’’اے ابوحازم! کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت ویران وبرباد کرلی ہے۔اس لئے آپ ناپسند کرتے ہیں کہ آپ آباد دنیا سے ویران آخرت کی طرف کوچ کریں۔‘‘

☆☆☆

اسلام کا پہلا مدرسہ: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

بعض مستشرقین اور ان کے ہمنواؤں کا یہ خیال ہے کہ ''اسلام کا پہلا مدرسہ نظامیہ ہے، جو نظام الملک وزیر کی طرف منسوب ہے اور جس کی تعمیر ۴۵۷ھ میں شروع ہوئی، اس سے پہلے کسی دوسرے مدرسہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔''

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی پہلی درسگاہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ہے، جہاں سے اولین صحابہ کرام فارغ ہوئے۔

اگرچہ ان صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کی ابتدا مکہ کی صفا پہاڑی پر واقع دار ارقم سے ہو چکی تھی، ابتداء اسلام میں جو دس صحابہ کرام اسلام میں داخل ہوئے انہیں اسی گھر میں آپ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور دین کی تعلیمات سے آراستہ کیا گیا یہ دعوت وتعلیم کا مرکز تھا اور اسی گھر کی دعوت سے چالیس صحابہ کرام حلقہ بگوش اسلام ہوگئے پھر جب ہجرت کر کے مدینہ گئے تو چند دنوں تک قبیلہ بنی عوف میں قیام کیا اور اس کے بعد اپنی مسجد تعمیر فرمائی اب دار ارقم کے بعد یہی مسجد تعلیم وتربیت کا گہوارہ، رشد وہدایت کا مرکز اور تعلیمی وسیاسی سرگرمیوں کا سینٹر بن گئی، اس مسجد میں علمی حلقے قائم ہوئے جس سے آپ کے ساتھیوں کے قلوب منور ہونے لگے۔ اسی مسجد میں بیٹھ کر آپ نے سلاطین عالم کے نام خطوط لکھے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اس مسجد سے علمی شعاعیں دور دور تک پھیلنے لگیں۔

اس مسجد نبوی کی تعلیم وتربیت کا یہ فیض تھا کہ آپ کے کاتبین کی تعداد بیالیس کو پہنچ گئی جو آپ کے احکامات وفرامین ہدایات وتعلیمات قلم بند کرتے تھے، جبکہ بقول بلاذری اسلام سے پہلے قریش میں صرف سترہ اشخاص لکھنا جانتے تھے۔

آپ نے صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام اس لئے بھی کیا کہ آپ جس دین کو لے کر آئے تھے اس نے جہالت وجاہلیت کے خلاف اعلان جنگ کیا اور علم ومعرفت کے حصول کی آواز لگائی ارشاد باری ہے: **قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون** نیز قرآن کریم میں آٹھ سو سے زائد کلمات ایسے ہیں جو علم اور اس کے مشتقات پر دلالت کرتے ہیں اور تین سو کلمات ایسے ہیں جو قرأت وکتابت (پڑھنے، لکھنے) پر دال ہیں، اس کے علاوہ بہت ساری حدیثیں وآثار بھی ہیں۔ قرآن وسنت کی اس ترغیب کا اثر تھا کہ اسلامی تہذیب وثقافت کو ترقی ملی، علماء نے علم کے شیریں چشمہ سے اپنی پیاس بجھائی اور قلیل مدت میں اطراف واکناف میں علم کا جھنڈا لہرانے لگا، اس قدر علمی کتابیں لکھی گئیں کہ ان تالیفات سے کتب خانے اور لائبریریاں بھر گئیں مساجد ومدارس کے تعلیمی حلقے وسیع ہوئے اور اسلامی معاشرہ بڑی تیزی سے آگے بڑھ گیا، یہ حیرت انگیز تبدیلیاں کیوں پیدا ہوئیں؟ اس لئے کہ نبی نے اپنے ساتھیوں کی تعلیم کا غایت درجہ اہتمام کیا، ان کے آتش شوق کو بھڑکایا اور حصول علم کی راہ میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا۔

معاشرہ کو تعلیم یافتہ بنانے اور جہالت کی تیرگی کو دور کرنے کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علمی نمونہ بھی انسانی تاریخ کا نادر واقعہ ہے جسے تاریخ وسیرت کی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ ایسے اسیران بدر جن کے پاس فدیہ دینے کی طاقت نہ تھی ان جنگی قیدیوں کو آپ نے علمی کاموں پر لگایا اور ان کا یہ فدیہ قرار پایا کہ وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھلا دیں تا کہ انہیں پروانہ آزادی مل جائے اور ظاہر ہے ان بچوں کی تعلیم کا نظم اس مسجد نبوی ہی میں کیا گیا تا کہ یہ قیدی مسلمانوں کی نگرانی میں رہیں۔

مسجد نبوی کے پچھلے حصہ میں صفہ نامی ایک مدرسہ تھا جس میں ایسے لوگ پناہ لیتے تھے جن کے پاس دوسری کوئی جائے پناہ نہ تھی، ان کی تعداد ایک سو ستر سے زائد تھی، اسی مدرسہ میں اللہ کے رسولؐ نے انہیں ٹھہرایا تھا اور ان کا نام اصحاب صفہ رکھا آپؐ اپنے ان مہمانوں کے ساتھ بیٹھتے تھے اور کھانا تناول فرماتے تھے اور ان کے سینے کو نور ایمانی وفرقانی سے منور کرتے تھے۔

صفہ کے یہ طلبہ علم کے اتنے حریص تھے کہ جب وہ قرآن کی دو آیتیں سیکھ لیتے یا پڑھ لیتے تو ان دو آیتوں کو وہ دو اونٹوں سے بہتر اور اگر تین یا چار آیتیں پڑھ لیتے تو تین یا چار اونٹوں سے بہتر تصور کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ اپنی مسجد میں بیٹھتے تھے تا کہ اپنے اصحاب کو دین ودنیا کے علوم سکھلائیں اور جب اس منظر کو صحابیات نے دیکھا تو وہ بھی حصول علم کے لئے آگے بڑھیں اور ان کا ایک ڈیلیگیشن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر یہ عرض کیا: **غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا من نفسك يوما** آپ کے پاس ہمارے اوپر مرد حاوی ہو جاتے ہیں اس لئے ہماری تعلیم کے لئے آپ ایک دن مخصوص فرمادیں۔

اسی طرح آپ عید کے موقع پر مردوں کی صفوں سے نکلے آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے جب آپ کو یہ احساس ہوا کہ خواتین نے ہمارے خطبہ کو (اچھی طرح) نہیں سنا تو آپ نے انہیں علیحدہ نصیحت فرمائی۔ (بخاری)

آپ کا یہ معمول تھا کہ ''ستون وفود'' (مسجد نبوی) کے پاس مختلف قبائل سے آنے والے نمائندوں سے ملتے تھے وہ اپنے احوال بیان کرتے اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے تھے۔ اس کے بعد ان وفود کے ہمراہ آپ اپنے قراء کو بھیجا کرتے تھے تا کہ ان کے ساتھ جا کر لوگوں کو قرآن سکھلائیں اور ان کے اندر تفقہ فی

الدین پیدا کریں جیسے وفد غامد کے ساتھ مصعب بن عمیر کو یمن کے وفد کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آغاز اسلام ہی سے علم کی روشنی پھیلنے لگی اور آپ اس شمع علم کو فروزاں کرنے اور صحابہ کرامؓ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، جسے محدثین کرام رحمہم اللہ نے مختلف ابواب کے تحت رسول اکرمؐ کے انداز تعلیم وتبلیغ کو بیان کیا ہے جیسے امام بخاری نے **باب ذكر العلم والفتيا في المسجد** یعنی مسجد میں علمی مذاکرہ کرنا اور فتوی دینا جائز ہے کے تحت اس حدیث کو لائے ہیں کہ ایک شخص مسجد نبوی میں کھڑا ہوگیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام جحفہ سے اور نجد والے قرن منازل سے۔ صحابہ کرامؓ کو آپ نے جو تعلیم دی وہ علوم دین کے ساتھ ادب واشعار پر بھی مشتمل ہوا کرتی تھی جیسا کہ امام بخاریؒ **باب في الشعر بالمسجد وفي الادب في هجاء المشركين** کے تحت اس حدیث کو لائے ہیں: **نشدتك بالله هل سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ياحسان اجب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أيده بروح القدس قال ابو هريرة نعم** یعنی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو گواہ بنا کر کہہ رہے تھے کہ اے ابو ہریرہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اے حسان اللہ کے رسول کی طرف سے مشرکوں کو جواب دو ''اے اللہ روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد کر'' حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہاں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی آپ کے نقش قدم پر چلے اور معاشرہ کو تعلیم یافتہ بنانے کی فکر میں لگ گئے چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سڑکوں اور چوراہوں پر ایسے لوگوں کو متعین کیا جو ہر گزرنے والے مسافرین کا انٹرویو لیں اور جاہلوں کو پکڑ کر مسجد یا مکتب میں لائیں تاکہ وہ تعلیم یافتہ بن سکیں۔

اس طرح انہوں نے کچھ صحابہ کرامؓ کو دور ونزدیک کے شہروں میں بھیجا تاکہ اہالیان شہر کو دین کے اصول ومبادی سکھلائیں جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کے لئے متعین کیا۔ یہ سب مسجد نبوی اور اس میں قائم تعلیمی نظام کے دوررس اثرات تھے جو ظاہر ہوئے۔

اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں مدارس کا وجود نہ تھا بلکہ یہ مدرسے چوتھی صدی ہجری کے بعد قائم ہوئے اور سب سے پہلے اہل نیشاپور نے مدرسہ بیہقیہ کی تعمیر کی، اسی طرح سب سے پہلے جو مدرسہ مشہور ہوا وہ نظام الملک کا مدرسہ نظامیہ تھا۔

بلکہ مبنی برحق وصداقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے علم کی ترویج واشاعت کی جو پہلی اینٹ مسجد نبوی میں رکھی اسی بنیاد پر اسلامی ثقافت کی حسین عمارت تعمیر ہوئی اور یہ مسجد عالم اسلام کی دوسری مسجدوں کے لئے آئیڈیل بنی، اور ساری مسجدیں تعلیمی گہواروں میں بدل گئیں، ہر مسجد کا ایک حصہ علماء کے درس وتدریس، بحث وتحقیق، وعظ وتذکیر سے آباد ہوگیا، اس امت کے مفسرین وقراء محدثین وفقہاء نے ان میں درس وتدریس کی مجلسیں سجائیں، اور مسلمان اپنے جگر پاروں کو ان مساجد ومدارس میں دینی ودنیوی علوم سیکھنے کے لئے بھیجنے لگے، جیسا کہ مقدسیؒ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے جامع فسطاط میں تعلیم وعظ وارشاد کے ایک سو دس مجالس کا شمار کیا ہے اس کے نتیجے میں علم کا شجر سایہ دار ہوا۔ اس کے مختلف شعبے قائم ہوئے، کتابوں کی تصنیف وتالیف اور تراجم کے روشن باب کھلے، تاریکیاں کافور ہوئیں، علمی قافلے (مسجد رسول) سے نکلے، اسلامی سلطنتیں پھیلیں اور فاتحین اسلام کے ذریعے بڑے بڑے مدارس کھل گئے۔

جو لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ اسلام کا پہلا مدرسہ پانچویں صدی ہجری میں قائم ہوا کیا وہ بتاسکتے ہیں کہ معلم انسانیت نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ، پانچ صدیوں تک یونہی علمی دنیا سے بے نیاز منتظر فردا ہی رہے۔؟ جبکہ روز اول ہی سے مسجد نبوی میں علمی حلقے قائم ہوگئے تھے اور تاریخ کے ہر دور میں ان تعلیمی حلقوں سے سیکڑوں طلبہ وطالبات (مرد وعورت) علوم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی انمول موتیوں سے دامن مراد بھرتے رہے ہیں، ان کی تعداد اتنی تھی کہ جب امام فخر الدین رازیؒ سواری پر سوار ہوتے تو ان کے ساتھ تین سو تلامذہ پیدل چلتے تھے، اسی طرح ابوبکر رازیؒ (طبیب مسلم) کسی مجلس میں بیٹھتے تو ان کے سامنے شاگردوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ تیسری صدی ہجری میں خلیفہ منصور باللہ عباسی نے اپنے قصر شاہی ''شماسیۃ'' میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور جیسا کہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ ابوحاتم بن حیانؒ کے گھر میں ایک مدرسہ تھا جس میں فقہ وادب کی تعلیم دی جاتی تھی اور جن کی وفات چوتھی صدی میں ہوئی اور جس وقت برقوتی شیخ المستنصر یہ حدیث پڑھتے تھے تو ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نظامیہ سے قبل بہت سارے تعلیمی ادارے موجود تھے۔

ممکن ہے فریب خوردہ حضرات اپنے قول کی تائید میں یہ شگوفہ چھوڑیں کہ پانچویں صدی سے پہلے کے مدارس مساجد سے منسلک تھے، پانچویں صدی میں یہ مسجدوں سے الگ ہوگئے تو ایسا کہنا بھی تاریخ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

اس لئے کہ نصر بن سبکتگین نے نیشاپور میں ایک مدرسہ قائم کیا اس زمانہ میں نظام الملک (بانی مدرسہ نظامیہ) کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی اور مقریزی کے

بقول ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں اس وقت بہت سارے مدرسے کھل گئے تھے۔اس طرح ایک شخص جب دیانتداری کے ساتھ تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا تو اسے حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ عباسی دور حکومت کا علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں سنہرا دور تھا بغداد کا دارالحکمت اعلیٰ تعلیم کا مرکز تھا جس کی بنیاد منصور یا مامون نے رکھی تھی، یہ دارالحکمت ترجمہ وتحقیق، عظیم لائبریری، رصدگاہ پر مشتمل بڑا کمپلیکس تھا۔آخر یہ مختلف میادین علم کے شہسوار جنہوں نے تربیت وتعلیم، فلسفہ اسلام آداب ومعارف کے میدان میں اپنے اذکار ونظریات بیش بہا علمی جواہر پاروں سے امت مسلمہ کو نئی زندگی وتابندگی بخشی، جیسے غزالی، ماوردی، زرنوجی، ابن سحنون، قابسی وغیرہ اگر وسیع پیمانہ پر تعلیم وتعلم کا معقول نظم نہیں تھا تو ان اساطین علم وفن نے کہاں تعلیم حاصل کی اور ان کے علم میں رسوخ وتعمق اور افکار میں گہرائی وگیرائی کیسے پیدا ہوئی؟ امت کے یہ جیالے، جہابذۂ علم وفن شافعی ومالک، بخاری ومسلم، رازی وجابر، ابن سینا وفارابی، بیرونی وطبری، خطیب بغدادی وابن عساکر رحمہم اللہ وغیرہم جو نظامیہ کی تاسیس سے قبل تھے نابغہ روزگار کیسے بن گئے؟

خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں علماء وفقہاء نے مسجد نبوی کو اپنا نشیمن بنایا اور یہاں سے اکتساب فیض کے بعد ہی دوسرے بلاد وامصار کا رخ کیا ہے۔

یہ ابن شہاب زہریؒ ہیں جو بائیس سو حدیثوں کے حافظ ہیں، جن میں آدھی حدیثیں مسند ہیں، حرم مکی کا چکر لگاتے ہیں، ان کے ساتھ تختیاں اور کاپیاں ہیں اور جب کوئی نئی چیز سنتے ہیں اسے لکھ لیتے ہیں اس طرح وہ تاریخ، حدیث وتفسیر کے بڑے امام بن گئے آخر یہ مسجد نبوی ہی کے ایک شاگرد تو ہیں۔

یہ حبر اسلام صاحب الجامع الصحیح امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد امام بخاریؒ ہیں، جب مسجد نبوی کے چشمہ علمی سے سیراب ہوکر بغداد پہنچے تو ان کی مجلس میں بیس ہزار سے بھی زائد لوگ جمع ہوئے انہوں نے کہا کہ میں نے چاندنی راتوں میں قبر رسول ﷺ کے پاس ایک کتاب لکھی ہے اور میں نے جرح وتعدیل کے باب میں مسجد مدنی کے فارغین کی علمی تحقیق کے بہترین انداز واسلوب کو اختیار کیا ہے۔ان لوگوں نے جن رواۃ کی تعدیل کی ہے ان کی روایت میں نے لیا ہے اور جن کی تجریح کی ہے ان کی روایت کو ٹھکرا دیا ہے۔

کیا ان سارے دلائل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کی روشن تہذیب وثقافت کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے سرزمین حجاز مکہ ومدینہ اور جزیرہ عرب میں رکھی پھر وہاں سے تعلیمی کارواں آگے بڑھا، علم کی باد بہاری چلی، تعلیم کے بہت سارے گوشے وا ہوئے اور پانچویں صدی کے پہلے ہی مسلم ممالک نور علم سے جگمگا اٹھے۔

وباللہ التوفیق

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

العقود الذهبية في شرح الصفات الالهية

صفتِ رضاء

عبیداللہ الباقی اسلم
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

اُولاً: رضا کی تعریف:

اَ۔ **رضا کی لغوی تعریف**: ابن فارس کہتے ہیں: ''راء، ضاد، اور معتل (ہمزہ) ایک ایسی اصل ہے جو ناراضی کے خلاف (یعنی: رضا مندی) پر دلالت کرتی ہے'' (مقاییس اللغۃ (۲/۴۰۲))

ب۔ **رضا کی لغوی تعریف**: رضا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت فعلیہ ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مؤمن اور اطاعت گزار بندوں سے حقیقی طور پر اسی طرح راضی ہوتا ہے جو اس کے لائق ہے (دیکھیں: صفات اللہ الواردۃ فی الکتاب والسنۃ (ص: ۱۷۸) وموسوعۃ العقیدۃ (۳/۱۰۴۱)

پس صفتِ رضا ایک صفت فعلیہ اختیار یہ ہے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہے چنانچہ وہ اپنے مؤمن بندوں سے راضی ہوتا ہے جبکہ کافروں سے راضی نہیں ہوتا ہے (دیکھیں: موسوعۃ العقیدۃ (۳/۱۰۴۱)

اس صفت کی جنس قدیم اور افراد متجدد ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے خوش ہوتا ہے جو رضا الٰہی کو موجب کرنے والے فعل کو انجام دیتا ہے (مجموع الفتاوی (۱۰/۵۷)

لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن وسنت میں وارد صفت رضا سمیت تمام صفات کا اقرار کیا جائے، ان پر ایمان رکھا جائے، اور انہیں حقیقت پر محمول کیا جائے (دیکھیں: اجتماع الجیوش الاسلامیہ (۲/۱۹۰)

لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن وسنت میں وارد صفت رضا سمیت تمام صفات کا اقرار کیا جائے، ان پر ایمان رکھا جائے، اور انہیں حقیقت پر محمول کیا جائے۔ (دیکھیں: اجتماع الجیوش الاسلامیۃ (۲/۱۹۰)

ثانیاً: **صفتِ رضا کے چند دلائل**: ۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں۔'' (سورۃ المائدہ: ۱۱۹)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی اور خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے آپ سے بیعت کر رہے تھے'' (سورۃ الفتح: ۸)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ان الله يرضى لكم ثلاثا، ويكره لكم ثلاثا، فيرضى لكم ان تعبدوه، ولا تشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا، ولا تفرقوا، ويكره لكم قيل وقال، وكثرة السؤال، واضاعة المسال۔'' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے، اور تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے، سو جن چیزوں کو پسند کرتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف سے بچو، اور جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے وہ یہ ہیں: لغو اور بے فائدہ باتیں، اور زیادہ سوالات، اور مال ودولت کو ضائع کرنا'' (صحیح مسلم: ح۱۷۱۵)

ثالثاً: **صفت رضا کے بارے میں اہل علم کے چند اقوال**:

۱۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والله يغضب ويرضى لا كأحد من الورى** ''اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اور خوش ہوتا ہے، (لیکن اس کی ناراضی وخوشی) کسی مخلوق کی طرح نہیں ہوا کرتی ہے۔ (العقیدۃ الطحاویۃ، ضمن المتون العلمیۃ (۴/۱۵۹)

۲۔ امام ابن بطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الايمان بأن الله يغضب ويرضى، ويحب ويكره** ''اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، خوش ہوتا ہے، پسند کرتا ہے، اور ناپسند بھی کرتا ہے (الابانۃ (۳/۱۷۲)

۳۔ امام ابن ابی العز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ومذهب السلف وسائر الأمة اثبات صفة الغضب والرضا والعداوة والولاية والحب والبغض ونحوذلك من الصفات التي ورد بها الكتاب والسنة** '' اور سلف و پوری امت کا مذہب یہ ہے کہ ناراضی، رضا مندی، دشمنی، دوستی، محبت، اور بغض وغیرہ کتاب وسنت میں وارد صفتوں کو ثابت کیا جائے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص: ۴۶۳)

چنانچہ اللہ تعالیٰ صفت رضا سے موصوف ہے، لہٰذا نیک عمل اور نیک کاروں سے راضی ہوتا ہے۔ (دیکھیں: شرح العقیدۃ الواسطیۃ لابن عثیمین (ص: ۲۳۰)

جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور ان کے نیک اعمال سے راضی ہوا، اور ان کے منہج پر چلنے والوں سے اپنی رضا مندی کا وعدہ فرمایا ہے۔ (دیکھیں: الحجۃ فی بیان المحجۃ (۲/۴۲۷)

رابعاً: اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے چند اسباب:

اللہ عزوجل کی رضا مندی حاصل کرنے کے بے شمار اسباب ہیں ان میں سے

چند اسباب یہ ہیں:

۱۔ **حمد وثنا**: حمد وثنا دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی ایک علامت ہے ۔لہٰذا جولوگ اپنے رب کی بڑائی بیان کرتے ہیں، ان سے وہ راضی ہوتا ہے، اوران پرانعام واکرام کے دروازے کھول دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ لیرضی عن العبد أن یأکل الأکلة فیحمده علیها، أو یشرب الشربة فیحمده علیها ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ جب وہ کوئی چیز کھائے تو اس پر اس کی تعریفیں کرے، اور جب کچھ پیئے تو بھی اس کی تعریفیں کرے۔'' (صحیح مسلم (ح: ۲۷۴۳)

۲۔ **شکر گزاری**: یقیناً شکر گزاری سے رضاءالٰہی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی شکر گزاروں کے لئے ایک عظیم نعمت ہوا کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ''اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں ہوتا، اور اگر تم شکر بجالاؤ گے تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا'' (سورہ الزمر: ۷)

۳۔ **القاء الٰہی کا شوق**: دل میں لقاء الٰہی کا ایسا شوق ہو، جو طاعت الٰہی کے لیے ابھارے، اور حقیقت یہ ہے کہ شوق ہی وہ چیز ہے جو محبت کرنے والے کو محبوب کی ملاقات پر آمادہ کرتی ہے، پھر وہ طریقہ کار اپنانے کی کوشش کرتا ہے جو اسے محبوب سے قریب کردے اور اس کی رضا مندی حاصل ہوجائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هُمْ اُولَاۗءِ عَلٰٓي اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ''اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے (غافل کرکے) کون سی چیز جلدی لے آئی؟ کہا کہ وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے ہیں، اور میں نے اے رب! تیری طرف جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہوجائے۔'' (سورۃ طہٰ ۸۳۔۸۴)

(۴) **اطاعت الٰہی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا**: یہ مومنوں کی بڑی عظیم خوبی ہے، چنانچہ اہل بیعت رضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی نصرت وغلبہ اور اخلاص وللّٰہیت کے لئے جو مثال پیش کی تھی وہ تاریخ اسلام میں سنہرے حروف سے مرقوم ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہوگیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کررہے تھے۔'' (سورۃ الفتح: ۱۸)

یہ اور ایسے بے شمار اسباب ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کی جاسکتی ہے، جیسے: نماز، روزہ، حج، زکاۃ وغیرہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ''اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔'' (سورۃ البقرہ :۲۰۷)

خامساً: **صفتِ رضا کے چند اثرات**: (۱) اللہ تعالیٰ نے صرف اہل توحید سے اپنی رضا مندی کا وعدہ فرمایا ہے: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ''انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضا مندی کی اور جنتوں کی، ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے'' (سورۃ التوبہ: ۲۱)

(۲) بروز قیامت صرف ان ہی لوگوں کو شفاعت نصیب ہوگی جن سے ان کا رب راضی ہوگا: يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ''اس دن سفارش کچھ کام نہیں آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے'' (سورۃ طہٰ: ۱۰۹)

(۳) جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ''اللہ ارشاد فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا، ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی (بھاری) کامیابی ہے۔'' (سورۃ المائدۃ: ۱۱۹)

(۴) جن لوگوں سے رب راضی ہوگا ان کے لئے بلند درجات ہوں گے۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ''کیا پس وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے درپے ہے، اس شخص جیسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر لوٹتا ہے؟ اور جس کی جگہ جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے الگ الگ درجے ہیں اور ان کے تمام اعمال کو اللہ بخوبی دیکھ رہا ہے'' (سورۃ آل عمران: ۱۶۲۔۱۶۳)

بلکہ رضاء الٰہی کا حاصل ہونا مومنوں کے لئے اس قدر عظیم درجہ ہے کہ اس کے ذریعہ وہ بروز قیامت جنت میں داخل ہوں گے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے''

(سورۃ البینۃ:۷-۸)

اور اللہ تعالیٰ کے کامیاب گروہ کے لئے اس کی رضامندی سب سے کامل، سب سے عظیم اور سب سے بہترین نعمت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ''ان ایمان دار مردوں اور عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جوان ہیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے، یہی زبردست کامیابی ہے۔ (سورۃ التوبۃ:۷۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن جنتی کہیں گے: ربنا، أعطيتنا ما لم تعط أحدا من العالمين، فيقول: لكم عندي أفضل من هذا، فيقولون: يا ربنا، أي شئ أفضل من هذا؟ فيقول: رضاي، فلا أسخط عليكم بعده أبدا ''اے ہمارے رب تو نے ہمیں وہ چیزیں عطا کی ہیں جو پوری کائنات میں کسی کو نہیں ملیں، اے اللہ ان میں سے کون سی چیز سب سے بہتر ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری رضا، کیوں کہ اس کے بعد میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔'' (صحیح البخاری (ح:۶۵۴۹)، وصحیح مسلم (ح:۱۸۳)

پھر جنتیوں سے راضی ہوکر انہیں اپنا دیدار کرائے گا۔ جو سب سے عظیم نعمت ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا دخل أهل الجنة الجنة قال يقول الله تبارك وتعالى: تريدون شيئا أزيدكم؟ فيقولون: ألم تبيض وجوهنا؟ ألم تدخلنا الجنة، وتنجنا من النار؟ قال: فيكشف الحجاب، فما اعطوا شيئا أحب اليهم من النظر الى ربهم عزوجل ''جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گا: تمہیں کچھ اور چاہئے؟ تو جنتی کہیں گے: اے اللہ کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے؟ تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ اپنا حجاب اتارے گا، پھر جنتیوں کے لئے دیدار الٰہی سے زیادہ بہتر اور کچھ نہیں ہوگا۔'' (صحیح مسلم: ح:۱۸۱)

سادساً: **صفتِ رضا کے تقاضے**: رضاء الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی راہ میں کسی کی پرواہ نہ کی جائے، چاہے وہ اپنے ہوں یا پرائے، پھر ایسے ہی لوگوں کی تائید الٰہی، نصرت الٰہی، اور رضاء الٰہی کی بشارت سنائی گئی ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ''اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، آگاہ رہو! بے شک اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔'' (سورۃ المجادلہ:۲۲)

لہٰذا جو لوگ متقی و پرہیزگار ہیں ان ہی کے لئے جنت، ازواج مطہرہ اور رضاء الٰہی جیسی عظیم نعمتوں کا وعدہ ہے: قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ''آپ کہہ دیجئے! کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں۔ (سورۃ آل عمران:۱۵)

خلاصہ کلام: رضاء الٰہی سب سے عظیم نعمت ہے اور اگر واقعی ہم اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے سب سے پہلی شرط توحید ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: فيرضى لكم أن تعبدوه، ولا تشركوا به شيئا ''وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔'' (صحیح مسلم ح:۱۷۱۵)

لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم معاصی، بدعات، اور شرکیات سے خود کو دور رکھیں، کیونکہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا: فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ''پس اللہ تعالیٰ ایسے فاسق لوگوں سے خوش نہیں ہوتا ہے۔'' (سورۃ التوبۃ:۹۶)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام نیک اعمال کی توفیق دے جو ہمیں اس سے قریب کردیں، اور اللہ کی رضامندی وخوشنودی اور اس کی محبت دنیا وآخرت میں حاصل ہوجائے۔ آمین

☆☆☆

ترجمان

دعوت دین میں صبر کی اہمیت

ابوحمدان اشرف فیضی
ناظم جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ

انسانی زندگی میں عمومی طور پر اور دعوت دین میں خصوصی طور پر صبر کی بڑی اہمیت ہے اور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر صبر کی تعلیم دی گئی ہے، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ: قرآن مجید میں تقریباً 90/مقامات پر صبر کا ذکر آیا ہے [عدة الصابرين وذخيرة الشاكرين: ۱۷] اسی طرح ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے: الصبر يدخل في كل باب، بل في كل مسألة من مسائل الدين، ولهذا كان من الإيمان بمنزلة الرأس من الجسد [عدة الصابرين: ۱۱۱] صبر دین کے مسائل میں ہر مسئلے میں داخل ہے اور اسی لیے ایمان میں صبر کا وہی درجہ ہے جو جسم میں سر کا درجہ ہے۔

صبر کرنا یہ بلند ہمت امور میں سے ہے، سب کے بس کی بات نہیں ہے، لوگوں کو صبر کی تلقین کرنے والے جب ان کی زندگی میں کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے تو وہ بھی صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور بے صبرے ہوجاتے ہیں، اللہ نے فرمایا: وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [الشورى: ۴۳] اور جو شخص صبر کرلے اور معاف کردے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے (ایک کام) ہے، لیکن جو صبر کا دامن پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور جسے صبر کی توفیق مل گئی تو وہ بڑا سعادت مند انسان ہے کیوں کہ کسی کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ [صحيح البخاري: كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ الِاسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: ۱۴۶۹] اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی تعریف کی ہے اور ان سے اپنی محبت، نصرت اور رحمت کا وعدہ کیا ہے اور آخرت میں ان کے لیے بے شمار اجر وثواب اور فوز وفلاح کی بشارت سنائی ہے بعض آیات ملاحظہ فرمائیں:

صابرین کی تعریف: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ [آل عمران: ۱۷] جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں برداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں۔

صابرین سے اللہ تعالیٰ کی محبت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ [آل عمران: ۱۴۶] اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔

صابرین کے لیے اللہ کی معیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ [الأنفال: ۶۶] اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صابرین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت: اللہ کا فرمان ہے: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ [البقرة: ۱۵۵-۱۵۷] اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔ جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

صابرین کے لیے بے حساب اجر و ثواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [النحل: ۹۶] اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ [الزمر: ۱۰] صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

صبر فوز وفلاح کی کنجی ہے: اللہ کا ارشاد ہے: اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ [المؤمنون: ۱۱۱] میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [آل عمران: ۲۰۰] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

صبر مومن کا عظیم ہتھیار ہے: مصائب ومشکلات میں بندہ مومن کے لیے صبر عظیم ہتھیار ہے، بڑے سے بڑے حوادث کا مومن صبر کے ذریعے مقابلہ کرتا ہے، اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ آفت ومصیبت اللہ کی مشیت سے ہے اس کو ٹالنے والا بھی وہی ہے، لہٰذا وہ اس پر صبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے راضی ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نعم البدل اور اجر وثواب کی امید رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

الصّٰبِرِيْنَ [البقرة: ۱۵۳] اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو، اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے، حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ [صحيح مسلم: كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَابُ الْمُؤْمِنِ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ: ۲۹۹۹] مومن کا بھی عجب حال ہے اس کا ثواب کہیں نہیں گیا۔ (ہر حال میں وہ خیر وبھلائی میں ہے) یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہے سوائے مومن کے، اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی تو وہ شکر کرتا ہے اس میں بھی ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا تو صبر کرتا ہے تو اس میں بھی ثواب ہے۔

صبر وتقویٰ دشمنوں کے مکر وفریب اور شر وفساد سے حفاظت کا بہترین نسخہ ھے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ [آل عمران: ۱۲۰] تم اگر صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔

صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ ایک داعی کی قدم قدم پر مدد فرماتا ھے: جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [يوسف: ۹۰] بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

دعوت دین انتہائی مبارک اور مہتم بالشان عمل ہے، یہ پیغمبرانہ مشن ہے، امت کا فرض منصبی ہے، ہر مکلف مسلمان پر حسب طاقت فرض ہے، ایک مسلمان کو ہمیشہ دعوتی مزاج ہونا چاہیے، جہاں بھی رہیں داعی بن کر رہیں، اپنے اپنے حلقے میں رہ کر دعوت و اصلاح کا کام جاری رکھیں، اللہ کے نزدیک داعی کا بڑا مقام ہے، دعوت کو مفید تر اور موثر بنانے کے لیے کتاب وسنت میں متعدد اصول بیان کئے گئے ہیں جن کا پاس و لحاظ ایک داعی کے لیے دعوتی میدان میں بہت ضروری ہے ورنہ دعوت اور داعی دونوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ میدان دعوت میں صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے، کیوں کہ یہ بڑی پرخار وادی ہے، جہاں ہر قدم پر صبر کی ضرورت پڑتی ہے، مخاطب آپ کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کچھ بھی کر سکتا ہے، گالی گلوج، بدزبانی وبدکلامی، لڑائی جھگڑا، بحث وتکرار وغیرہ، ایسے وقت میں ایک کامیاب داعی کی پہچان یہ ہے کہ وہ صبر سے کام لے، اس سے نہ الجھے، حکمت ودانائی اختیار کرے، شفقت ونرمی سے پیش آئے، مشتعل نہ ہو، میدان دعوت میں صبر کی اہمیت کا اندازہ لقمان حکیم کی اس نصیحت سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی ہے: يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [لقمان: ۱۷] اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا (یقین مانو) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔ اسی طرح سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے خسارہ ونقصان سے حفاظت کے لیے جن شرائط کا تذکرہ کیا ہے ان میں حق کی وصیت کے ساتھ صبر کی تلقین کا بھی حکم دیا ہے: وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ڏ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ [العصر: ۱-۳] زمانے کی قسم، بیشک (بالیقین) انسان سرتا سر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ ہمارے نبی ﷺ سب سے بڑے اور سب سے کامیاب داعی تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید میں میدان دعوت میں جگہ جگہ صبر کرنے کا حکم دیا ہے، بعض آیات ملاحظہ فرمائیں: سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو انذار کا حکم دیا وہیں صبر کی بھی تلقین کی، فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ [المدثر: ۱-۷] اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے، اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر، اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر، ناپاکی کو چھوڑ دے، اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر، اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر۔ اسی طرح سورۃ المزمل میں دعوت وتبلیغ کے کاموں کو آسان بنانے کے لیے قیام اللیل اور تلاوت قرآن کا حکم دیتے ہوئے صبر کا بھی حکم دیا، جیسا کہ فرمایا: وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا [المزمل: ۱۰] اور اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور انہیں چھوڑ دے، خوبصورت طریقے سے چھوڑنا۔ سورۃ النحل میں فرمایا: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ [النحل: ۱۲۷] آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر وفریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں۔

دعوت دین میں صبر اختیار کرنا انبیاء کرام کا منہج ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰي مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓي اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ [الأنعام: ۳۴] اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان

کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا، ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں۔

اور دعاۃ کو ان کی اقتدا اور ان کے منہج کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ الاحقاف میں ہے: **فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّهُمۡ ؕ** [**الأحقاف: ۳۵**] پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لیے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو۔ سورۃ القلم میں فرمایا: **فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ** [**القلم: ۴۸**] پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے (انتظار کر) اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی۔

نبی ﷺ کی پوری زندگی صبر کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، آپ ﷺ کا استہزا کیا گیا، آپ کی تکذیب کی گئی، آپ کو برے القاب سے پکارا گیا، ساحر، شاعر اور مجنون کہا گیا، آپ کو قتل کرنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں، جسمانی طور پر جہاں آپ کو اذیت پہنچائی گئی وہیں ذہنی وفکری طور پر بھی آپ کو تکلیف دی گئی لیکن ہر موڑ پر آپ ﷺ نے اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کیا۔ غزوہ احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید کر دیئے گئے، آپ کی پیشانی زخمی کر دی گئی، آپ اپنے ہاتھوں سے خون صاف کر رہے تھے اور ظالم قوم کی مغفرت کے لیے دعائیں کر رہے تھے، **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ** [**السلسلة الصحيحة: ۷/۵۳۲**] اسی طرح طائف کے دعوتی سفر میں طائف والوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کی دعوت کا انکار کیا بلکہ آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا، یہاں تک کہ پہاڑوں پر مقرر فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ کہیں تو طائف والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان ہلاک کر دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے اس ظلم پر صبر کیا اور ان کے حق میں نیک خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: **بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لا يُشْرِكُ به شيئًا** [**صحيح البخاري: كِتَابُ بَدْءُ الْخَلْقِ، بَابٌ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ، وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ: ۳۲۳۱**] مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اسی طرح غزوہ حنین کے موقع پر آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے تالیف قلب کے لیے بعض لوگوں کو ترجیح دی تو ایک شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: اے محمد! انصاف سے کام لو، اس تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا ہے، تو نبی ﷺ نے کہا: اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اس روئے زمین پر آخر کون انصاف کرے گا؟ اس وقت آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کو یاد کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے اس سے بھی زیادہ اذیت پہنچائی لیکن انہوں نے صبر کیا، **رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ** [**صحيح البخاري: كِتَابٌ فَرْضُ الْخُمُسِ، بَابُ مَاكَانَ النَّبِيُّ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ: ۳۱۵۰**]

جس طرح نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں صبر کا مظاہرہ کیا اسی طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو دین کی راہ میں، دعوت کے میدان میں صبر کرنے کی تربیت کی، اسلام کے ابتدائی دور میں، مکی زندگی میں جب کفار ومشرکین کی طرف سے صحابہ کرام پر ظلم وستم ڈھایا گیا، ظلم کی شکایت اور دعاؤں کی درخواست لے کر جب بعض صحابہ کرام آپ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے انہیں صبر وثابت قدمی کی تلقین کی، جیسا کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **شَكَوْنا إلى رَسولِ اللهِ ﷺ وهو مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً له في ظِلِّ الكَعْبَةِ فَقُلْنا: ألا تَسْتَنْصِرُ لنا ألا تَدْعُو لَنا؟ فقالَ: قدْ كانَ مَن قَبْلَكُمْ، يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فيُحْفَرُ له في الأرْضِ، فيُجْعَلُ فيها، فيُجاءُ بالمِنْشارِ فيُوضَعُ على رَأْسِهِ فيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، ويُمْشَطُ بأَمْشاطِ الحَدِيدِ، ما دُونَ لَحْمِهِ وعَظْمِهِ، فَما يَصُدُّهُ ذلكَ عن دِينِهِ، واللَّهِ لَيَتِمَّنَّ هذا الأمْرُ، حتَّى يَسِيرَ الرّاكِبُ مِن صَنْعاءَ إلى حَضْرَمَوْتَ، لا يَخافُ إلّا اللَّهَ، والذِّئْبَ على غَنَمِهِ، ولَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ** [**صحيح البخاري: كِتَابُ الْإِكْرَاهِ، بَابُ مَنِ اخْتَارَ الضَّرْبَ وَالْقَتْلَ وَالْهَوَانَ عَلَى الْكُفْرِ: ۶۹۴۳**] ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حال زار بیان کیا۔ نبی کریم ﷺ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تم سے پہلے بہت سے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں انہیں ڈال دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کے کنگھے ان کے گوشت اور ہڈیوں میں دھنسا دیئے جاتے لیکن یہ آزمائشیں بھی انہیں اپنے دین سے نہیں روک سکتی تھیں۔ اللہ کی قسم! اس اسلام کا کام مکمل ہوگا اور ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا اور بکریوں پر سوا بھیڑیئے کے خوف کے (اور کسی لوٹ وغیرہ کا کوئی ڈر نہ ہوگا) لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب آپ ﷺ آل یاسر کے پاس سے گزرے جب ان پر ظلم کیا جا رہا تھا تو آپ نے انہیں صبر کی

نصیحت کی، فرمایا: صبرًا آل یاسر، فإنّ موعدكم الجنة [فقه السيرة: ۱۰۳، حسن صحیح] آل یاسر! صبر کرو اس لیے کہ (آخرت میں) تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

میدان دعوت میں صبر نہ کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان کی ہے، ارشاد ربانی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ [العنکبوت: ۱۰] اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذادہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں، ہاں اگر اللہ کی مدد آجائے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہی ہیں کیا دنیا جہان کے سینوں میں جو کچھ ہے اس سے اللہ تعالیٰ دانا نہیں ہے؟

داعی میدان دعوت میں کن مقامات پر صبر کرے؟

داعی کو چاہیے کہ دعوت کی راہ میں آنے والے مسائل پر صبر سے کام لے، بیزار اور مایوس ہو کر دعوت کا کام ترک نہ کرے، دل برداشتہ نہ ہو، کیوں کہ اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میدان دعوت ایک پرخار وادی ہے، قدم قدم پر صبر وتحمل کی ضرورت ہے، بالخصوص درج ذیل مقامات پر صبر وضبط کی اشد ضرورت ہے:

۱۔ داعی کی دعوت سے لوگوں کے اعراض کے وقت: اور یہی انبیاء کا طریقہ رہا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی دعوتی زندگی کا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے، دعاۃ کو چاہیے کہ انبیاء کرام کے اسلوب دعوت کو اختیار کریں، نوح علیہ السلام کی دعوتی زندگی کا جائزہ لیں، ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو بڑے صبر وضبط سے دعوت دیتے رہے اور ہر اسلوب میں دعوت دیے، کبھی رات میں تو کبھی دن میں، کبھی انفرادی تو کبھی اجتماعی اور کبھی سری تو کبھی اعلانیہ طور پر، مگر قوم کا حال یہ تھا کہ نوح علیہ السلام جتنا ان کے قریب جاتے اسی قدر وہ دور بھاگتے اور اعراض کرتے، مگر اللہ کے پیغمبر اپنا مشن جاری رکھتے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے: قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا [نوح: ۵-۹] (نوح علیہ السلام نے) کہا: اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے، مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے، میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا، پھر میں نے انہیں با آواز بلند بلایا اور بیشک میں نے ان سے علانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی دعوت سے کفار قریش کے اعراض کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: حٰمۗ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ [فصلت: ۱-۵] حٰم، اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے، (ایسی) کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے، (اس حال میں کہ) قرآن عربی زبان میں ہے اس قوم کے لیے جو جانتی ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے، پھر بھی ان کی اکثریت نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں، اور انہوں نے کہا کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے، اچھا تو اب اپنا کام کیے جا ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں۔

۲۔ **مدعوین کی تکلیفوں پر صبر:** نبی ﷺ کو کفار ومشرکین نے برے القاب سے پکارا، آپ کو ساحر، شاعر، کذاب اور مجنون کہا، سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت پر اوجھڑی ڈالی گئی، آپ ﷺ کے گلے میں چادر لپیٹ کر آپ کو کھینچا گیا، جسمانی اور ذہنی وفکری ہر طریقے سے آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچائی گئیں، مگر آپ ﷺ نے صبر کیا، حدیث میں ہے: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ مشرکین نے کیا کیا تھا؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر آپ کی گردن میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا اور اس کپڑے سے آپ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ گھونٹنے لگا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور انہوں نے اس بدبخت کا مونڈھا پکڑ کر اسے نبی کریم ﷺ سے جدا کیا اور کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کے پاس سے اپنی سچائی کے لیے روشن دلائل بھی ساتھ لایا ہے [صحیح البخاري: كِتَابُ التَّفْسِيرِ، سُورَةُ الْمُؤْمِنِ: ۴۸۱۵] اسی طرح ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک نبی کے متعلق فرمایا: عن عبد الله قال:

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

ترجمان

نفلی عبادات میں مصلحت کی رعایت

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوافل کی مشروعیت میں بڑی حکمتیں اور فائدے رکھے ہیں۔نفلی عبادات سے کسی فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی اور نقص کی بھرپائی ہوتی ہے،اجروثواب ملتا ہے،اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور اس سے خاص تعلق استوار ہوتا ہے۔نوافل کی دو قسمیں ہیں۔ایک تاکیدی ہے جس کی ادائیگی پر ہمیشگی و پابندی لازمی وضروری ہے۔اس میں کسی بھی قسم کی کوتاہی ولاپرواہی مناسب نہیں ہے۔اس قسم کی عبادتیں کم ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے ان کی ادائیگی آسان ہونے کے باوجود بڑے ثواب کی بھی موجب ہے۔عبادات کی دوسری قسم عام ہے جس کی پابندی کی کوئی تاکید نہیں ہے بلکہ اس کا میدان وسیع ہے آپ ممنوع وقت کے علاوہ دن ورات میں جب چاہیں اس کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔یہ مستحب ہے اور حسب استطاعت اس کو زیادہ سے زیادہ ادا کرنا چاہیے۔یہ مضمون اسی قسم کی عبادات کے سلسلے میں ہے۔

جب آپ بعض عبادت گزاروں کے رویے پر غور کریں گے تو پائیں گے کہ نفلی عبادات کے سلسلے میں ان کے اندر بڑی شدت پائی جاتی ہے۔اور شرعی اصول وضوابط کی رعایت کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان کے اندر زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی ہوڑ سی لگی ہوتی ہے۔اس طرح کے لوگوں پر بس عبادت کا بھوت سوار ہوتا ہے اور علم سے نابلد ہوتے ہیں علاوہ ازیں اتباع سنت کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ائمہ اہل سنت، عابدوزاہد لوگوں سے روایت لینے میں ہچکچاتے تھے کیونکہ وہ علم سے غافل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ شرعی ضوابط کی بھی ان دیکھی کرتے تھے۔

نفلی عبادات کی ادائیگی کے کچھ اہم ضابطے ہیں جن کی رعایت بہتر ہے جبکہ اکثر عبادت گزار لوگ ان سے غافل وبے خبر رہتے ہیں۔ان لوگوں کے سلسلے میں جب غور کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں ان اصول وضوابط کی اس لیے کوئی اہمیت نہیں ہے کہ وہ یا تو ان سے ناواقف ہیں یا ان کے اندر دینی بصیرت نہیں یا ان کے کردار میں خلل پایا جاتا ہے۔

سب سے اہم ضابطہ جس کی رعایت ضروری ہے، یہ ہے کہ اس عبادت کی بنا پر کوئی بڑی مصلحت فوت یا کوئی خرابی لازم نہ آرہی ہو۔اگر ایسا ہے تو انسان کو اسے چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ اس کی بنا پر ایک بڑا فائدہ ختم ہو رہا ہے اور عملی طور پر سنت کو فرض کا درجہ دیا جا رہا ہے۔شریعت میں اس کی دلیل صحیح حدیث میں وارد ایک مشہور عابدوزاہد حضرت جریج کا قصہ ہے جس میں وہ نماز میں مشغول رہنے کی وجہ سے اپنی ماں کی پکار کا جواب نہیں دے سکے تھے۔اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑتے تھے تاکہ اس سے ان کے اندر جسمانی کمزوری ہوکر جہاد جیسے فریضے میں کوتاہی نہ ہو۔ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگی تو آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟اس نے جواب دیا:ہاں۔تو آپ نے فرمایا: تو انہیں میں(ان کی خدمت کرکے) جہاد کرو۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی سفر کے دوران ایک شخص کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھا تو فرمایا: سفر کے دوران روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔اسی طرح جب کسی عورت کا شوہر حاضر ہو تو بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ اس کے واجب حقوق کی اچھی طرح ادائیگی کر سکے اور نفلی روزہ کی وجہ سے فرض یعنی شوہر کا حق ادا ہونے سے رہ جائے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈر سے کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے خانۂ کعبہ کی تعمیر نو کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ آپ کی خواہش تھی کہ خانۂ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر تعمیر کیا جائے اور اس حصہ کو اس میں شامل کر دیا جائے جو قریش کی تعمیر میں سرمایہ کی قلت کے باعث رہ گیا تھا۔نفلی عبادات کے سلسلے میں مصلحت کی رعایت کے اصول کی تائید بہت سی شرعی دلیلوں سے ہوتی ہے۔

الغرض جب کسی نفلی عبادت کی وجہ سے کوئی واجب عبادت چھوٹ رہی ہو، یا واجبی حق پامال ہو رہا ہو، یا سنت مؤکدہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، یا نفع بخش عبادت میں خلل واقع ہونے کا خدشہ ہو تو شریعت کا تقاضا ہے کہ اس نفلی عبادت کو چھوڑ دیا جائے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عبادات میں اس عظیم ضابطے کی رعایت فرماتے تھے اور کسی بھی نفلی عبادت کے کرنے یا چھوڑنے میں مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے شریعت کی موافقت تلاش کرتے تھے۔اگر آپ کسی اہم کام میں مشغول نہ ہوتے تبھی نفلی روزے کثرت سے رکھتے تھے اور اگر مشغول ہوتے تو نفلی روزے چھوڑ دیتے تھے۔اسی کے پیش نظر آپ چاشت کی نماز پر ہمیشگی نہیں کرتے تھے۔احادیث میں اس کے بہت سے دلائل موجود ہیں۔سلف صالحین بھی اس ضابطے کی رعایت کرتے تھے، ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ جو نیکی کے کام زیادہ فضیلت کے حامل ہوں انہیں کو انجام دیا جائے، وہ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سوال بھی کرتے رہتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کثرت سے نفلی روزہ نہیں رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ روزے کی کثرت کی بنا پر قرآن کا کام متاثر ہوتا ہے کیونکہ وہ قراءت قرآن اور اس کے ضابطوں کے سلسلے میں صحابۂ کرام کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ طلب علم اور حفظ حدیث میں مشغول ہونے کے باعث شروع رات میں صرف ایک رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔مشہور فقیہ ابراہیم طہمان رحمہ اللہ جب خراسان سے مکہ کے لیے حج کی ادائیگی کے ارادے سے نکلے تو راستے میں ایسے لوگوں کے پاس سے

گزرہوا جنہیں اسلام کی واقفیت نہ تھی تو اپنا حج موقوف کردیا اور ان میں رہ کر اسلام کی تعلیم دینے لگ گئے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ طلب علم کو نفلی نماز وروزے سے افضل مانتے ہیں کیونکہ دین کی سمجھ حاصل کی جائے گی تو اس کا فائدہ عام ہوگا جبکہ نفلی عبادات کا فائدہ محدود ہے۔

لوگوں میں بہت سی ایسی باتیں رائج ہیں جن میں عبادات کی مصلحت کی رعایت مفقود ہے چنانچہ اس کی وضاحت اور اس پر تنبیہ کرنا مناسب سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

بعض لوگ نفلی حج کے لیے نکل جاتے ہیں حالانکہ ان کے بچے ہیں جنہیں ان کی سرپرستی کی ضرورت ہے یا گھر میں کوئی بیمار ہے جسے دیکھ بھال کی حاجت ہے یا اسی طرح اس کا خاندان اور اہل وعیال ہیں جن کا لوگوں سے رابطہ نہیں ہے اور اس کے سفر کرنے کی وجہ سے انہیں دقتیں پیش آسکتی ہیں، اسی طرح عام لوگوں کے حقوق ہیں جو حج پر جانے سے ضائع ہوسکتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دعوت وتبلیغ کی غرض سے سفر پر نکل پڑتے ہیں حالانکہ ان کا خاندان ہے اس میں بچے ہیں جن کی تربیت کی سخت ضرورت ہے اور اس کے معاش کا مسئلہ بھی اسی سے وابستہ ہے۔ اسی طرح سن بلوغت کو پہنچنے والے بچے ہیں جن کے سرپرست کی غیر موجودگی میں گمراہ ہونے کا قوی امکان ہے اور اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں تو ان حالات میں ایک واجبی عمل کو نظر انداز کرکے نفلی عمل میں مشغول ہوجانا، شریعت کے تقاضوں سے قطعا میل نہیں کھاتا۔

بعض خاندان عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوجاتے ہیں اور وہاں عبادات کی ادائیگی اور فضائل کے حصول کی غرض سے خاصا وقت صرف کرتے ہیں جبکہ گھر میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے بچے ہیں، بچیاں ہیں ماں باپ کی غیر موجودگی میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ آوارگی کا شکار ہوجائیں گے تو ایسے میں اگر عمرہ پر جانے کا پختہ ارادہ کرہی لیا ہے تو عمرہ کرکے فوراً لوٹ جائیں اور بچوں کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہ کریں۔

بعض عورتیں اللہ انہیں ہدایت دے عمرہ اور سیاحت کی غرض سے نکل پڑتی ہیں اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو رشتہ داروں اور نوکروں ونوکرانیوں کے بھروسے چھوڑ جاتی ہیں یہ بہت ہی سنگین معاملہ ہے بچوں کے ضائع وبرباد ہونے کا زبردست خطرہ ہے اور ایک نفلی عمل کی وجہ سے ایک ایسی امانت کی بربادی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ نہ کرے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس پر زندگی بھر پچھتانا پڑے اور شرمندگی اٹھانی پڑے پھر اصلاح کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو۔

کچھ ایسی بھی عورتیں ہوتی ہیں جو دعوت وتبلیغ یا تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اکثر گھر سے نکلتی رہتی ہیں جس کی بنا پر شوہر کے اہم ترین حق کا ضیاع اور بچوں کی تربیت میں کوتاہی سرزد ہوتی ہے۔ یہ بڑی ہی ناسمجھی اور کم عقلی کی بات ہے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ عورت مجبور وبے بس نہ ہونے کے باوجود پورے پورے دن مال ودولت کمانے کی غرض سے گھر سے باہر رہتی ہے اور مذکورہ خرابیاں لازم آتی ہیں۔

کچھ لوگ ہوتے ہیں جو رمضان میں تراویح پڑھنے اور خوش الحان امام کی قرائت سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے دور دراز کی مسجدوں کا رخ کرتے ہیں اور اس کے باعث عشاء کی نماز باجماعت فوت ہوجاتی ہے۔ یہ شریعت کی مخالفت ہے کیونکہ جماعت جو فرض ہے، وہ ایک نفل کے چکر میں فوت ہوجاتی ہے۔

کچھ لوگ فقراء ومساکین کے درمیان تو مال تقسیم کرتے ہیں لیکن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں بخالت سے کام لیتے ہیں اور زیادہ فضیلت والے عمل کو چھوڑ کر کم فضیلت والے عمل پر اکتفا کرتے ہیں۔

کچھ لوگ اپنی بہت ساری دولت کو مرنے کے بعد بصورت وقف یا تعمیر مسجد اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی وصیت کرجاتے ہیں حالانکہ اس کے اپنے اہل وعیال ہیں جن کو اس کی زیادہ ضرورت ہے اور انہیں وراثت میں کچھ نہیں ملا ہے تو وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں گے۔

بعض نوجوان علم حاصل کرنے اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے کی خاطر کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اور اس میں اپنا سارا وقت لگادیتے ہیں حالانکہ ان کے ماں باپ موجود ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک، ان کی خدمت، ان کی مصلحتوں کے خیال رکھنے اور ان کی ضروریات کی ادائیگی میں اس مصروفیت کے باعث کوتاہی ہونا ناگزیر ہے۔ یہ ایک غلط عمل اور شریعت مخالف رویہ ہے، اس سے ماں باپ حسرت وندامت کے شکار اور اولاد کے لیے فرض کی ادائیگی کے تئیں لاپرواہی وقوع پذیر ہوتی ہیں۔

کچھ لوگ شوال کے چھ روزے جیسے نفلی عمل میں مشغول ہوجاتے ہیں حالانکہ والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ خاندان کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے یا ان کے کسی پیارے شخص کی مہمان نوازی کی خاطر وہ روزہ نہ رکھے، جس سے انہیں کوفت ہوتی ہے چنانچہ اس سے افضل عمل کا ترک لازم آتا ہے جبکہ روزہ رکھنے کی گنجائش دیگر ایام میں بھی ہے۔

کچھ لوگ ملازمت میں رہتے ہوئے دعوت وتبلیغ یا کسی رفاہی کام کی خاطر سفر پر نکل پڑتے ہیں جبکہ اس سے ایک ذمہ داری کی انجام دہی میں کوتاہی لازم آتی ہے اور نفل کے چکر میں فرض چھوٹ جاتا ہے۔ اس طرح کی اور بہت سی مثالیں ہوسکتی ہیں جس کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ نفلی عبادات یا فالتو کے کاموں میں مصلحت کی رعایت ضروری ہے۔ ایک مؤمن مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کی رعایت کرے اور اس طرح کی دیگر باتوں میں سوجھ بوجھ سے کام لے اور اگر اس طرح کے کئی معاملات خلط ملط یا گڈمڈ ہوجائیں تو بہتر یا افضل میں استصواب کے لیے ایسے اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے، جنہیں شرعی مقاصد، اچھائی وبرائی کے درمیان تمیز کا ادراک وبصیرت حاصل ہو کیوں کہ ایسا کرنے سے انسان شریعت کی اصل روح اور طریقہ نبوی کے مطابق زندگی گزارنے کا اہل ہوگا جس میں ہر طرح سے خیر کا پہلو رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس توفیق بخشے۔ آمین ☆☆

ترجمان

شوہر بیوی کے چند اہم حقوق

مولانا آصف تنویر تیمی

اس پوری کائنات کا خالق واحد اللہ رب العزت ہے۔ اسی کے تصرف میں کائنات کا ذرہ ذرہ ہے۔ کوئی چیز اس کے تصرف سے باہر نہیں۔ اس نے بڑی حکمت کے تحت مرد وعورت کی تخلیق کی۔ دونوں کے مابین محبت والفت ڈالی۔ پرسکون زندگی بسر کرنے کی خاطر نکاح جیسے پاکیزہ رشتہ کی رہنمائی فرمائی تاکہ انسان اپنی شہوانی خواہش کی تکمیل کے لئے بہیمانہ طریقہ اختیار نہ کرے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں پائیداری ہو اور محبت کا یہ بے مثال سفر قابل رشک ہو اس کے لئے شریعت نے کچھ حقوق وضع کئے ہیں اگر زوجین ان حقوق کو ادا کرتے ہیں تو دونوں کی زندگی میں اطمینان وسکون کی باد بہاری چلتی رہے گی کبھی خزاں نہیں آئے گا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقینا غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں''۔ (الروم: ۲۱) ذیل کے سطور میں بیوی کے تعلق سے شوہر پر عائد ہونے والے چند اہم حقوق کو مختصر طور پر قلمبند کیا جاتا ہے:

(۱) حسن معاشرت: شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا رویہ اختیار کرے۔ اس کی تکریم وعزت کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اس کی دل جوئی کرے، دل آزاری سے بچے۔ اس کے جائز حقوق کی تکمیل میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ اس پر ناحق ظلم اور زیادتی نہ کرے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو نہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے، اس میں سے کچھ لے لو ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود وباش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو، اور اللہ تعالی اس میں بہت ہی بھلائی کردے''۔ (النساء: ۱۹) حسن معاشرت کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار ہدایات موجود ہیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیوں کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ٹیرھی ہی رہ جائے گی۔ پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو''۔ (صحیح بخاری، ۳۳۳۱) دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور تم سب کی نسبت میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں''۔ (سنن ابن ماجہ، ۱۹۷۷)

(۲) بیوی کو دین پسند بنایا جائے: جس طرح شوہر کے لئے دین کا پابند ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس کے اوپر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بال بچوں خصوصا اپنی بیوی کو شریعت کا پابند بنائے۔ نیکی اور بھلائی کی طرف اس کو راغب کرے۔ ایسا نہ ہو کہ خود صوم وصلاۃ کا عادی ہو اور بیوی دین بے زار ہو۔ اس دین بے زاری کا نقصان یہ ہوگا کہ اس عورت کے بطن سے پیدا ہونے والا ہر بچہ ماں کی غلط تربیت کی وجہ سے دین اور شریعت سے دور ہوگا۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں اللہ تعالی وہ حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں''۔ (التحریم: ٦) جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی بات تو سمجھ میں آ گئی مگر اپنے اہل وعیال کو بچانے کا مطلب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جن چیزوں سے اللہ نے تمہیں روکا ہے انہیں چیزوں سے تم انہیں (بال بچوں کو) بھی روکو، اور جن چیزوں کے کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہو انہیں چیزوں کے کرنے کا حکم تم انہیں دے، یہی مطلب اپنے بال بچوں کو اللہ کے عذاب سے بچانے کا ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالی اس آدمی پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھا اور اس نے نماز (تہجد) پڑھی، پھر اس نے اپنی بیوی کو جگایا، اس نے بھی نماز (تہجد) پڑھی اگر وہ (اٹھنے سے) انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اسی طرح اللہ تعالی رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو اٹھی اور نماز پڑھی، پھر اپنے خاوند کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے''۔ (سنن نسائی، ۱۶۱۱)

(۳) عدل وانصاف: اگر کسی کے پاس کئی ایک بیویاں ہوں تو ان سبھوں کے مابین انصاف ضروری ہے۔ شریعت میں ان لوگوں کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے جو اپنی بیویوں کے درمیان انصافی یا ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دو، دو، تین تین، چار چار سے، لیکن اگر تمہیں برابری نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے، کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ''۔ آیت میں عدل کا مطلب ظاہری معاملات میں عدل ہے، اگر دلی اعتبار سے کسی کی جانب کم اور کسی کی جانب زیادہ میلان ہے تو یہ قابل گرفت نہیں۔ اس لئے کہ دلوں کا مالک اللہ تعالی ہے۔ انسان کی گرفت اس چیز پر ہوتی ہے جو وہ بظاہر کرسکتا ہے

ترجمان

مگر اس کے باوجود نہیں کرتا۔

(۴) بیوی کی چوک اور ناسمجھی سے صرف نظر کیا جائے: بسا اوقات مرد حضرات معمولی باتوں پر بیوی کا شدید مواخذہ کرتے ہیں۔ برا بھلا کہتے ہیں۔ خوف زدہ کرتے ہیں، اور طلاق دینے کی دھمکی تک دی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ عادتیں کسی اچھے شوہر کی پہچان نہیں ہیں۔ غلطی اور چوک فطری عمل ہے۔ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ بالخصوص بیوی جو ہمہ وقت اپنے شوہر کے ساتھ رہتی اور ان کے ناز نخرے کو برداشت کرتی ہے۔ اس سے غلطی ہوجانا خلاف توقع نہیں۔ اس لئے شوہر کو چاہئے کہ اگر غلطی کا تعلق کسی شرعی حکم سے نہ ہو تو بات بات پر بیوی کی سرزنش کرنے سے گریز کرے تاکہ گھر کا ماحول خراب نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت کو نہ دھمکائے، اگر اس کے کسی کام کو ناپسند کرتا ہے تو عین ممکن ہے کہ وہ (عورت) کوئی ایسا عمل کرے جس سے وہ (مرد) خوش ہوجائے''۔ (صحیح مسلم،۱۴۶۹)

(۵) بلا کسی سبب کے بیوی کو مارا نہ جائے: بیوی کے مارنے سے متعلق قرآن وحدیث میں جو دلائل مذکور ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ شوہر بطور تادیب بیوی کو مار سکتا ہے۔ لیکن مارنے کے حدود ہیں جن کو صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ عام طور مغلوب الغضب لوگ ان چیزوں کا خیال نہیں رکھتے۔ حالانکہ مارنے سے قبل بیوی کو سمجھانے بجھانے اور مصالحت کی پوری کوشش ہونی چاہئے۔ اور مار کا مقصد اصلاح ہونا چاہئے نہ کہ انتقام۔ بالخصوص شریعت میں بیوی کو چہرے پر مارنے اور گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن عام زندگی میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ بہت سارے مسلمان بلاوجہ بیوی کو مار کر اپنے حق میں اللہ تعالی کی ناراضگی کو مول لیتے ہیں۔ بھدی بھدی گالیاں بھی بکتے ہیں۔ جو کسی بھی طور کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ معاویہ قشیری کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: آپ (ہمیں) ہماری عورتوں کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کھاتے ہو اس سے انہیں کھلاؤ، جو پہنتے ہو اس سے انہیں پہناؤ، انہیں مارو نہیں اور قبیح ہونے کی گالی (یا بددعا) نہ دو''۔ (سنن ابو داود، ۲۱۴۴) میاں بیوی کے معاملات کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے سے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا: ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالی نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، پس نیک فرماں بردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالی بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے''۔ (النساء:۳۴)

(۶) بیوی کی باتیں سنی اور اسے اپنی باتیں سنائی جائیں: میاں بیوی کے تعلقات کو بہتر رکھنے کے حوالے سے یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو اہمیت دیں۔ شوہر بیوی کی بات سنے اور بیوی مرد کی بات سنے۔ آپس میں صلاح مشورہ کرے۔ لوگوں کی مشغول زندگی نے آج میاں بیوی کے لطف کو بھی ختم کردیا ہے۔ دونوں کی زندگی بھی آفیشیل ہو کر رہ گئی ہے۔ ضرورت کے مطابق گفت وشنید بقیہ کوئی توجہ نہیں۔ سوشل میڈیا نے اس تعلق سے خاص نقصان پہنچایا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود امہات المومنین کو وقت دیا کرتے تھے۔ ان سے دل کی باتیں شیئر کرتیں۔ ہنستے اور ہنساتے۔ ایک دفعہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑا طویل قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغور سنتے رہے، ذرہ برابر بھی تھکاوٹ کا اظہار نہیں کیا۔

(۷) ناراضگی کی صورت میں گھر سے نکلے نہ نکالے: زوجین کے مابین ناچاقی فطری بات ہے۔ لیکن اس ناچاقی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ شوہر گھر سے نکل بھاگے یا بیوی کو مارے غصہ کے گھر سے نکال دے۔ گھر سے نکلنا یا نکالنا شیطان کو موقع فراہم کرتا ہے کہ دونوں کے رشتہ کو بد سے بدتر بنا دے۔ اختلاف اور ناراضگی کے باوجود دونوں کو گھر میں رہنا چاہئے تاکہ میل ملاپ کی کوئی صورت نکل سکے۔ زیادہ سے زیادہ شوہر گھر میں رہتے ہوئے اپنی ناراضگی کا اظہار اس طرح کر سکتا ہے کہ بیوی سے بات چیت نہ کرے یا اپنا بستر کچھ دنوں کے لئے الگ کرلے۔

(۸) شوہر، بیوی کو ضروریات کی تکمیل کی اجازت دے: ہر انسان کی ضرورت ہوتی ہے، جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ اگر بیوی شریعت کے دائرہ میں رہ کر شوہر سے کسی کام کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت طلب کرتی ہے، یا اپنے کسی رشتہ دار سے ملاقات کرنا چاہتی ہے تو شوہر کو اس بات کی اجازت دینی چاہئے۔ بہت سارے مرد بلاوجہ اس معاملے میں بیوی کو پریشان کرتے ہیں۔ انہیں ان کے والدین سے ملنے یا کسی بیمار کی عیادت سے روکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میاں بیوی میں تناؤ پیدا ہوتا ہے اور گھر کا سکون واطمینان کا ختم ہوتا ہے۔

(۹) شوہر، بیوی سے متعلق اچھا گمان رکھے: کسی بھی رشتے کو بحال رکھنے کے لئے حسن ظن ضروری ہے۔ بالخصوص میاں بیوی کے درمیان حسن ظن بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس وقت بے شمار رشتے صرف بدظنی کی وجہ سے ختم ہو رہے ہیں۔ ہزاروں شادیاں سوءظن کی وجہ سے ٹوٹ گئیں۔ بدظنی شیطان کا کامیاب حربہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ میاں بیوی کے پاک رشتے کو ناکام بناتا ہے۔ اس لئے زوجین کو اس اعتبار سے محتاط رہنا چاہئے۔ اور بدگمانی کا ہرگز شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اعتماد کی بحالی میں نکاح کی پائیداری ہے۔ اس زمانے میں سوشل میڈیا نے بدگمانی کے وسائل کو بہت وسیع کردیا ہے۔ چنانچہ میاں بیوی کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے شیطان کو راہ ملے اور باہم تعلقات خراب ہوں۔ ان کے علاوہ میں بہت سارے حقوق ہیں جن کی پاسداری شوہر کو کرنی چاہئے تاکہ دونوں کے مابین الفت ومحبت میں توانائی پیدا ہو۔ اور ہر اس عمل سے بچنا چاہئے جس کی وجہ سے گھر کا سکون واطمینان غارت ہو، اور زندگی دشوار ہوجائے۔

☆☆☆

فخر الحسن محبوب عالم المحمدی

لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ان نعمتوں میں سے ایک اولاد کی نعمت ہے۔ اللہ کی نعمت اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مشیئت کے مطابق ہی ملتی ہے۔انسان کی چاہت ومرضی کے مطابق نہیں ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹے دیئے ،کسی کو بیٹیاں توکسی کو بیٹے بیٹیاں، کسی کو زیادہ اولاد سے نوازتو کسی کو کم۔اور کسی کو اولاد کی نعمت سے محروم رکھا۔انسان کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے راضی رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر اولاد کی الفت ومحبت کی آرزو ڈال دی ہے، انسانی زندگی کی رونق اولاد ہی کے ذریعے قائم ودائم ہے۔ انسان اولاد کے حصول کے لیے نکاح کرتا ہے، گھر بساتا ہے محنت ومشقت کرتا ہے، تگ ودو کرتا ہے، دولت جمع کرتا ہے،لیکن اولاد کے حصول میں انسان عاجز ہے،اس کا مکمل اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، چاہے تو کسی کو بیٹے سے نوازے اور کسی کو بیٹیاں ،تو کسی کو بیٹے بیٹیاں ،لیکن بیٹیوں کی ولادت پر اظہار افسوس نہیں کرنا چاہیے۔بیٹیوں کی ولادت پر افسردہ ہونا مذموم صفات میں سے ہے۔لیکن ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کو کمتر سمجھنے کا ایک منفی احساس پایا جاتا ہے۔ بہت سارے لوگ بیٹوں کے مقابلے میں بیٹیوں کو کمتر سمجھتے ہیں یا پھر ایک طرح سے امتیازی سلوک بھی کرتے ہیں۔آپ دیکھ سکتے ہیں بیٹیوں کو چھوڑ کر بیٹوں کی ولادت پر مبارک بادی اور بہت زیادہ خوشیاں مناتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ جاہلیت میں سے ہے۔ بیٹیاں اسلام کی نظر میں ایک قیمتی متاع اور قیمتی دولت ہیں۔

قارئین کرام: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرما: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ (سورہ شوریٰ:49)۔''آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹیوں کا ذکر فرمایا، پھر بیٹوں کا ذکر کیا۔

امام ابن قیمؒ اس بارے میں نقل کرتے ہیں کہ: میرے نزدیک اس کی ایک اور حکمت ہے اور وہ یہ ہے، کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیٹیوں کو مقدم کیا ہے، جن کو اہل جاہلیت مؤخر کرتے تھے، گویا کہ یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تمہاری طرف سے نظر انداز کی ہوئی یہ حقیر قسم میرے نزدیک ذکر میں مقدم ہے۔ (تحفۃ المودود باحکام المولود ص:25,24)

اللہ عزوجل نے مشرکوں کی ایک بری عادت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (سورۃ النحل:59,58)۔''ان میں سے جب کسی کو لڑکی کی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں'

مسلمانو! اللہ کے لیے بیٹی کی پیدائش پر غمزدہ نہ ہوا کرو بلکہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے۔اور اس کے پیدا ہونے سے رزق میں کمی نہیں آتی فراوانی آتی ہے۔

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں: بیٹیوں کی ولادت پر خفا ہونا جاہلانہ عادات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اپنے ارشاد عالی میں مذمت فرمائی ہے۔ (تحفۃ المودود باحکام المولود:25)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص ان کے پاس آتا اور آکر ان سے کہتا کہ میرے ہاں لڑکی کی ولادت ہوئی ہے، تو امام احمد بن حنبل ان کو خوشخبری سناتے اور حوصلہ دیتے ہوئے کہتے " الأنبياء كانوا آباء بنات" انبیاء علیہم السلام بیٹیوں کے باپ تھے۔

بیٹیوں کے ساتھ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل دیکھیے:

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا جب نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آتیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھڑے ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ، پھر اپنے پیارے ہاتھ میں اُن کا ہاتھ لے کر اُسے بوسہ دیتے پھر اُنہیں اپنی جگہ بٹھاتے۔اسی طرح جب نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں، آپ کا مبارک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔(ابوداود، حدیث:5217)۔

امام ابن القیمؒ بیٹی اور بیٹے دونوں کی ولادت پر مبارک باد دینے کے متعلق بیان کرتے ہیں: آدمی کے لیے جائز نہیں، کہ بیٹے کی (ولادت پر) مبارک باد دے اور بیٹی کی (ولادت پر) مبارک باد نہ دے، بلکہ وہ یا تو دونوں کی (ولادت پر) مبارک باد دے یا دونوں پر نہ دے ، تاکہ وہ طریقہ جاہلیت سے بچ جائے ، کیونکہ ان کی اکثریت بیٹے کی (ولادت پر) مبارک باد دیتی تھی اور بیٹی کی ولادت کی بجائے اس کی وفات پر مبارک باد دیتی تھیں۔(احکام المودود باحکام المولود:34)۔

نیک بیٹیوں کا ثواب اور امید میں بیٹوں سے بہتر ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (سورة الكهف: 46)۔"مال واولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے، اور (ہاں) البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور (آئندہ کی) اچھی توقع کے، بہت بہتر ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے الباقیات الصالحات کو ثواب اور امید کے اعتبار سے مال اور بیٹوں سے بہتر قرار دیا۔ (الباقیات الصالحات) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں۔ امام عبید بن عمیرؒ کے قول کے مطابق ان سے مراد نیک بیٹیاں ہیں۔ علامہ قرطبیؒ نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے آیت شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "يَعْنِي الْبَنَاتِ الصَّالِحَاتِ هُنَّ عِنْدَ اللهِ لِآبَائِهِنَّ خَيْرٌ ثَوَابًا، وَخَيْرٌ أَمَلًا فِي الْآخِرَةِ لِمَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ"۔

یعنی نیک بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے بھلائی کرنے والے باپوں کے لیے آخرت میں ثواب اور اچھی توقع کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس بات کی خبر دی ہے، کہ احسان (بھلائی) کرنے والے باپ کے لیے بیٹیاں دوزخ کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی، اور ان کے جنت میں داخل ہونے کا سبب بنیں گی۔

اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَأَطْعَمَهُنَّ، وَسَقَاهُنَّ، وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔' (رواہ البخاری فی الادب المفرد: رقم 76) جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، اور وہ ان پر صبر کرے، انہیں اپنی استطاعت کے مطابق کھلائے، پلائے اور پہنائے، تو وہ اس کے لئے روزِ قیامت پردہ ہوں گی (یعنی دوزخ کی آگ کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جائیں گی۔)

2۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ آئی۔ اس نے مجھ سے سوال کیا، لیکن اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ پایا۔ میں نے اس کو وہی دے دی۔ اس نے اس کو لے کر ان دونوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ پھر وہ اٹھی اور اپنی دونوں بیٹیوں کے ہمراہ چلی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عورت کا واقعہ سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" (متفق علیہ)۔

جس شخص کو ان بیٹیوں میں سے کسی چیز کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے ساتھ احسان کیا، تو وہ اس کے لیے (جہنم کی) آگ کے مقابلے میں رکاوٹ ہوں گی۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بیٹیوں کے لئے ایثار کرنے والی والدہ بھی وجوب جنت اور آزادی جہنم اور رحمت الٰہی کے مستحق ہوں گی۔

بیٹیاں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہیں وہیں والدین کے لئے نجات کا باعث اور جنت کے حصول کا ذریعہ بھی ہوتی ہیں۔

3۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا مِنْ مسلم يكون له ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ" (رواہ البخاری فی الادب المفرد رقم: 77)۔

کوئی شخص ایسا نہیں، کہ اس کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ دونوں جب تک اس کے ساتھ رہیں، یا وہ ان کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ احسان کرتا رہے، مگر وہ دونوں اس کو جنت میں داخل ہونے کا سبب بنیں گی۔

اگر کسی شخص کی صرف ایک بیٹی ہو تو وہ بھی بالکل نا امید نا ہو، بلکہ اس کے ساتھ احسان کرتا رہے، تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کا سبب بنیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ وَسَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ" جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی شدت، سختی اور خوشی پر صبر کرے، تو اللہ تعالیٰ ان (بیٹیوں) پر اس کی شفقت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

ایک شخص نے عرض کیا: "أَوِ اثْنَتَانِ يَا رَسُولَ اللهِ"؟

یارسول اللہ! یا دو بیٹیاں ہو (یعنی اگر تین کی بجائے دو بیٹیاں ہوں تو)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَوِ اثْنَتَانِ" یا دو (یعنی دو بیٹیاں ہوں، تو وہ دو بھی اس کو جنت میں داخل کروانے کا سبب بنیں گی)۔

پھر اس آدمی نے عرض کیا: "أَوْ وَاحِدَةٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟" یارسول اللہ! یا ایک؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَوْ وَاحِدَةٌ" (یا ایک ہو پھر بھی)۔ (رواہ أحمد فی مسندہ، رقم الحدیث ۸۴۲۵)۔

یعنی اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک بیٹی ہو تو وہ بھی قیامت کے دن اپنے باپ کو جہنم میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گی۔

اسی طرح دو بیٹیوں کے سرپرست کو روز قیامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ هكذا" وَضَمَّ أَصَابِعَهُ۔ (رواہ مسلم)۔

جس شخص نے دو بیٹیوں کی، بلوغت کو پہنچنے تک، پرورش اور تربیت کی، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملایا۔ بیٹیاں اپنے سرپرست کے لئے

جنت میں دخول کا سبب بنیں گی۔ اس سلسلے میں تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ ملتا ہے جس کو عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ نے اپنی کتاب "سنہری کرنیں" میں ذکر کیا ہے۔

ایک شخص کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں ہر مرتبہ اس کو امید ہوتی کہ اب تو بیٹا پیدا ہوگا مگر ہر بار بیٹی ہی پیدا ہوتی اس طرح اس کے ہاں یکے بعد دیگرے چھ بیٹیاں ہوگئیں اس کی بیوی کے ہاں پھر ولادت متوقع تھی وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے شیطان نے اس کو بہکایا چناں چہ اس نے ارداہ کرلیا کہ اب بھی لڑکی پیدا ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔ اس کی کج فہمی پر غور کریں بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور۔

رات کو سویا تو اس نے عجیب وغریب خواب دیکھا اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے اس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جن کے سبب اس پر جہنم واجب ہو چکی ہے۔ لہٰذا فرشتوں نے اس کو پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے پہلے دروازے پر گئے۔ تو دیکھا کہ اس کی ایک بیٹی وہاں کھڑی تھی جس نے اسے جہنم میں جانے سے روک دیا۔ فرشتے اسے لے کر دوسرے دروازے پر چلے گئے وہاں اس کی دوسری بیٹی کھڑی تھی جو اس کے لئے آڑ بن گئی۔ اب وہ تیسرے دروازے پر اسے لے گئے وہاں تیسری لڑکی کھڑی تھی جو رکاوٹ بن گئی۔ اس طرح فرشتے جس دروازے پر اس کو لے کر جاتے وہاں اس کی ایک بیٹی کھڑی ہوتی جو اس کا دفاع کرتی اور جہنم میں جانے سے روک دیتی۔ غرض یہ کہ فرشتے اسے جہنم کے چھ دروازوں پر لے کر گئے مگر ہر دروازے پر اس کی کوئی نہ کوئی بیٹی رکاوٹ بنتی چلی گئی۔ اب ساتواں دروازہ باقی تھا فرشتے اس کو لے کر اس دروازے کی طرف چل دیئے اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اس دروازے پر میرے لئے رکاوٹ کون بنے گا اسے معلوم ہوگیا کہ جو نیت اس نے کی تھی غلط تھی وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا۔ انتہائی پریشانی اور خوف ودہشت کے عالم میں اس کی آنکھ کھل چکی تھی اور اس نے رب العزت کے حضور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی: اللھم ارزقنا السابعة اے اللہ مجھے ساتویں بیٹی عطا فرما۔

اس لئے جن لوگوں کا قضا وقدر پر ایمان ہے انہیں لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیئے ایمان کی کمزوری کے سبب جن بدعقیدہ لوگوں کا یہ تصور بن چکا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کا سبب ان کی بیویاں ہیں یہ سراسر غلط ہے اس میں بیویوں کا یا خود ان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ میاں بیوی تو صرف ایک ذریعہ ہیں پیدا کرنے والی ہستی تو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے وہی جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے ایسی صورت میں ہر مسلمان پر واجب ہے اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی ہو اللہ تعالیٰ نے سورہ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے: يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا ہر حال میں شکر ادا کرنے اور قضا وقدر پر ایمان رکھنے کی توفیق دے آمین۔

(بقیہ صفحہ ۱۷ کا)

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي ؛ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [صحيح البخاري: كِتَابُ اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ، بَابٌ: ۶۹۲۹] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جیسے میں (اس وقت) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ ایک پیغمبر (نوح علیہ السلام) کی حکایت بیان کر رہے تھے ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، اے اللہ! میری قوم والوں کو بخش دے وہ نادان ہیں۔

۳۔ کار دعوت کے طویل ہونے اور نصرت الٰہی میں تاخیر ہونے پر صبر: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ داعی پورے جذبے سے دعوت کا کام کرتا ہے مگر اسے جلد مثبت نتائج نظر نہیں آتے تو پریشان ہوتا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ داعی کا کام دعوت دینا ہے باقی لوگوں کو ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب ہوکر فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ [القصص: ۵۶] آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے، کبھی کبھار اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کا امتحان لیتا ہے اور بطور آزمائش نصرت ومدد کو مؤخر کر دیتا ہے اور یہ سنت الٰہیہ رہی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ [البقرة: ۲۱۴] کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔

خلاصہ کلام: کتاب وسنت کی ان تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں عمومی طور پر اور دعوتی میدان میں خصوصی طور پر صبر کا مظاہرہ کریں، یقیناً اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے اور ہم اللہ کے پاس اجر عظیم کے بھی مستحق ہوں گے، ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

ترجمان

وقت کی قدر و قیمت اور نیا سال

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی

اک سال گیا اک سال نیا ہے آنے کو
پر وقت کا اب بھی ہوش نہیں دیوانے کو

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔اما بعد:

برادران اسلام! یوں تو اللہ تبارک وتعالی کی ہم پر بے شمار نعمتیں ہیں جنہیں اگر ہم تاعمر شمار کرنا بھی چاہیں تو شمار نہیں کرسکتے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے کہ اے لوگو! " وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا " اگر تم اللہ کے احسانوں کو گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے ہو۔(ابراھیم:34) اللہ کی انہیں ان گنت اور بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت وقت بھی ہے جسے رب العزت نے اس کائنات میں سب کو یکساں طور پر عطا کیا ہے نیک ہو یا بد، نمازی ہو یا بے نمازی، امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل، چالاک ہو یا بیوقوف، بچہ ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت سب کو دن ورات میں یکساں طور پر 24 گھنٹے عطا کئے جاتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ جو نمازی ہے اسے 24 گھنٹے اور جو بے نمازی اور فاسق وفاجر ہے اسے 20 گھنٹے ہی دئے جاتے ہیں، نہیں بالکل نہیں! رب العزت نے وقت جیسی عظیم نعمت کو اس دنیا میں سب کو یکساں طور پر عطا کرکے یہ پیغام دے دیا ہے کہ اے لوگو! آج تمہارے پاس وقت ہے، موقع ہے، زندگی ہے، اپنی آخرت کے لئے کچھ فکر کرلو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی موت کے وقت یہ نہ کہنے لگے کہ اے الہ العالمین تو ہمیں ایک اور موقع دے دے تاکہ ہم نیک بن جائیں، انسان کے اسی آرزو اور امیدوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہہ رہا ہے کہ " حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ " یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دے کہ میں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جاکر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، بلکہ ان کے پیچھے تو برزخ کی زندگی ہے جہاں وہ قیامت کے دن تک رہیں گے۔(المومنون:99-100) اس آیت کی تفسیر میں امام قتادہؒ کہتے ہیں کہ کافر کی اس آرزو میں ہمارے لئے بہت بڑا سبق ہے کہ کافر دنیا میں اپنے خاندان اور قبیلے کے پاس جانے کی آرزو نہیں کرے گا بلکہ عمل صالح کیلئے دنیا میں آنے کی آرزو کرے گا، اسی لئے میرے دوستو! زندگی کے لمحات کو غنیمت جانو اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرلو تاکہ اخروی زندگی میں اس طرح کی آرزو وامیدیں کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، اللہ کا کتنا بڑا احسان وکرم ہے کہ اللہ نے ہم کو اور آپ کو اب تک زندہ رکھا ہے ورنہ ذرا یاد کیجئے جو قبرستان میں مدفون ہوچکے ہیں انہیں اب نیک اعمال کا موقع تاقیامت نہیں ملے گا مگر ہم سب کو رب العزت نے ابھی بھی موقع دے رکھا ہے اسی لئے نیکیاں کرلو اور اس بات پر خوشی نہ مناؤ کہ 2023 سال آگیا ہے اور ہم نے ایک اور سال کو پالیا ہے، یہ نہ سوچو کہ ہماری زندگی میں ایک سال کا اضافہ ہوگیا ہے بلکہ یہ سوچو کہ ہماری زندگی سے ایک سال اور کم ہوگئے، بڑے نادان ہیں وہ لوگ جو نئے سال کی آمد پر جشن مناتے ہیں انہیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ جیسے جیسے وقت گذرتا جارہا ہے ویسے ویسے وہ اپنی موت وقبر کے اور زیادہ قریب ہوتے جارہے ہیں مگر وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں سچ فرمایا ہے رب ذوالجلال والاکرام نے کہ " اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ " لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔(الانبیاء:1) رب کے اس فرمان پر ذرا غور کیجئے کہ جس چیز کے گذرجانے پر ہم خوشیاں مناتے ہیں، جشن مناتے ہیں اور ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارکبادی دیتے تھکتے نہیں ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی بڑھ گئی ہے اسی طرح سے اگر کسی کے جنم دن کی تاریخ آتی ہے تو وہ بھی اور اس کے گھر والے بھی پھولے نہیں سماتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، چاکلیٹ بانٹتے ہیں، اپنی اولاد کو نئے کپڑے پہنواتے ہیں، گھروں میں بریانی اور پلاؤ پکاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری عمر بڑھ گئی ہے، ہمارے بچے اور بچی کی عمر میں اضافہ ہوگیا ہے، رب اس بارے میں یہ اعلان کررہا ہے کہ اے لوگوں! تم سال کے ختم ہونے پر جشن مناتے ہو، اپنے جنم دن پر بہت خوش ہوتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ میری عمر میں اضافہ ہوگیا ہے تو سن لو ایک سال کے گذرجاتے ہی تم اپنی موت وقبر کے اور قریب ہوچکے ہو، تم جسے دور سمجھ رہے ہو وہ تو نزدیک سے نزدیک تر ہے بلکہ وہ تمہارے سر پر کھڑی ہے مگر تم غفلت میں ہو کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

ایک اور اینٹ گر گئی دیوار حیات سے
نادان کہہ رہے ہیں نیا سال مبارک

میرے دوستو! وقت بہت تیزی کے ساتھ گذرتا جارہا ہے دن، ہفتے، مہینے وسال کیسے گذرجاتے ہیں پتہ ہی نہیں چل رہا ہے اور وقت کا اس طرح تیزی سے

گذر جانا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب بس قیامت آنے والی ہے جیسا کہ حبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ" قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہوجائے، سال مہینے کی طرح، مہینہ جمعہ کی طرح، جمعہ ایک دن کی طرح، دن ایک گھنٹے کی طرح اور ایک گھنٹہ آگ سے داغ دینے کے وقت کے برابر ہوگا۔(ترمذی:2332 وصححہ الالبانی رحمہ اللہ) بے شک آج وقت اتنی تیزی کے ساتھ گذر رہا ہے کہ کب سال ومہینہ اور ہفتہ گذر جاتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا ہے، بچے کب جوان ہوجاتے ہیں اور جوان کب بوڑھے ہوجاتے ہیں احساس ہی نہیں ہوتا ہے بس:

صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے
عمریوں ہی تمام ہوتی ہے

برادران اسلام! اس وقت کی ہمارے زندگی میں کتنی اہمیت ہے اگر آپ کو اس بات کا اندازہ لگانا ہو تو پھر قرآن مجید اٹھا لیجئے اور دیکھئے کہ رب العالمین نے اپنے کلام پاک میں وقت کی کتنی جگہ قسم کھائی ہے، کہیں پر اللہ نے رات کی قسم کھائی تو کہیں پر دن کی قسم کھائی اور کہا کہ "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى" قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہوجائے۔(اللیل:1-2) کہیں پر رب العزت نے چاشت کے وقت کی قسم کھائی اور کہا کہ "وَالضُّحَى" قسم ہے چاشت کے وقت کی۔(الضحی:1) کہیں پر رب العزت نے فجر کے وقت کی قسم کھائی اور کہا کہ "وَالْفَجْرِ" قسم ہے فجر کے وقت کی۔(الفجر:1) اور کہیں پر رب العزت نے صبح کے وقت کی قسم کھائی اور کہا کہ "وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ" اور قسم ہے صبح کے وقت کی جب وہ چمکنے لگے۔(التکویر:18) اور کہیں پر رب العزت نے پورے زمانے کی قسم کھائی اور کہا "وَالْعَصْرِ" قسم ہے زمانے کی۔(الفجر:1) میرے دوستو! رب العزت نے اوقات کی قسم کھا کر ہمیں یہ متنبہ کر دیا ہے کہ اے لوگو یاد رکھنا یہ وقت بہت قیمتی چیز ہے، وقت رہتے کچھ کرلو کیونکہ

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
اور مرا بیل گھاس کھاتا نہیں

وقت کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اسلام کی تمام عبادتیں نماز وروزہ، حج وزکاۃ، عیدالفطر وعیدالاضحی سب وقت کے ساتھ مربوط ہیں اور ان سب عبادتوں کو وقت پر ادا کرنا ہی مطلوب ومقصود ہے جیسے کہ نماز کے بارے میں رب العزت نے فرمایا "إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا" یقینا نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔(النساء:103) گویا کہ وقت پر ادا کی گئی نماز ہی قابل قبول ہے اور بے وقت ادا کی گئی نماز مردود ونامقبول ہے یہی وجہ ہے رب العزت نے قرآن مجید کے اندر ایسے نمازیوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے جو بے وقت نماز ادا کرتے رہتے ہیں فرمان باری تعالی ہے "فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ، الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ" ان نمازیوں کے لئے افسوس اور ویل نامی جہنم کی جگہ ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔(الماعون:4-5) پتہ یہ چلا کہ جس طرح سے بے وقت نماز قابل قبول نہیں، جس طرح سے آپ بے وقت حج نہیں کر سکتے، جس طرح سے آپ بے وقت افطار وسحر نہیں کر سکتے اسی طرح سے آپ وقت کی ناقدری کر کے نہ تو دنیا میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں اس لئے ہر وہ انسان جو دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ وقت کی حفاظت کرے۔

برادران اسلام! ایک انسان کی زندگی میں وقت کی کیا قدر قیمت ہے اور وقت کی کتنی اہمیت ہے اگر آپ اس کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو پھر یاد کیجئے اپنے نبیٔ اکرم ومکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو جسے آپ بیت الخلاء سے نکلتے وقت پڑھا کرتے تھے، ہم اور آپ جانتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہوجاتے تو "غُفْرَانَکَ" کہتے تھے(ابوداؤد:30) یعنی کہ اے اللہ میں تیری مغفرت چاہتا ہوں، تو مجھے معاف کردے، کیا کبھی آپ نے سوچا کہ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت پوری کرنے پر یہ دعا کیوں پڑھا کرتے تھے؟ اب آپ یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ آخر اس میں کون سی ایسی بات ہے جو وقت کی اہمیت بتاتی ہو؟ تو دیکھئے میرے دوستو! ہم اور آپ اس بات سے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ قضائے حاجت کے دوران ایک انسان بات نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی زبان سے ذکر واذکار کے کچھ کلمات بھی ادا کرسکتا ہے ایسی صورت میں اب زندگی کا جو بھی حصہ قضائے حاجت پوری کرنے میں گذرا وہ ذکر الٰہی سے خالی گذرا اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اللہ سے بخشش ومغفرت کی دعا مانگتے ہوئے گویا یہ کہتے تھے کہ اے اللہ جتنی دیر میں نے قضائے حاجت کی اتنی دیر تک میں نے تیرا ذکر نہیں کیا اور میرے زندگی کا وہ وقت ولمحہ ایسے ہی برباد ہوگیا اسی لئے اے میرے رب تو مجھے معاف کردے۔

میرے دوستو! ذرا اپنے دماغ پر زور دے کر سوچئے کہ جو انسان کی ضرورت ومجبوری ہے اور جس کو پورا کئے بغیر ایک انسان زندہ بھی نہیں رہ سکتا ہے اگر اس کام میں گذارے ہوئے وقتوں اور لمحوں پر اللہ سے مغفرت وبخشش مانگنی چاہئے تو جن وقتوں اور لمحوں کو ہم نے موبائل میں، ٹی وی میں، کرکٹ دیکھنے میں، فلم دیکھنے میں، یوٹوب دیکھنے میں، فیس بک وواٹساپ اور ٹوئٹر جیسے شوشل میڈیا کا غلط استعمال

کرنے میں، ریلس وشارٹ ویڈیو اور دوسروں کا اسٹیٹس دیکھنے میں، لوڈو ودیگر موبائل گیم کھیلنے میں، دوستوں اور یاروں کے ساتھ وقت برباد کرنے میں، کھیل کود اور ہنسی مذاق میں برباد کیا ہے اس کے لئے ہمیں کتنی مرتبہ مغفرت وبخشش مانگنی چاہئے، مذکورہ وضاحتوں سے آپ اس بات کا بخوبی اندازہ لگالئے ہوں گے کہ ہماری زندگی میں وقت کی کیا قدر وقیمت ہے اسی لئے اللہ کا واسطہ دے کر میں کہتا ہوں کہ اے لوگوں! اپنے اپنے وقتوں کو ضائع وبرباد نہ کرو کیونکہ کل بروز قیامت ایک انسان اپنی زندگی کے برباد کئے ہوئے وقتوں اور لمحوں کو یاد کرکے کہے گا کہ "يَقُولُ يَالَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي" کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ کیا ہوتا۔(الفجر:24) لہذا پتہ یہ چلا کہ ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عطا کی ہوئی اس چھوٹی زندگی کے اندر وقت سے فائدہ اٹھالیں اور اپنی ناختم ہونے والی زندگی کے لئے کچھ تیاری کرلیں تاکہ وہ وہاں پر عیش وآرام کی زندگی گذار سکے۔

میرے پیارے پیارے اسلامی بھائیو اور بہنو! امام ابن قیمؒ نے اس وقت کے بارے میں کیا ہی خوب کہا ہے کہ سال ایک درخت کے مانند ہے اور مہینے اس درخت کی شاخیں ہیں، دن اس درخت کی ڈالیاں اور گھنٹے اس کے پتے اور لمحات اس کے پھل ہیں، اب اس دنیا میں جس انسان کے لمحات اللہ کی اطاعت وبندگی میں گذریں گے تو اس کے درخت کا پھل میٹھا ہوگا اور جس انسان کے زندگی کے لمحات اللہ کی نافرمانی میں گذریں گے تو اس کے درخت کا پھل کڑوا اور کسیلا ہوگا اور اس پھل کے کاٹنے اور توڑنے کا دن قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس دن سب کو پتہ چل جائے گا کس کا پھل میٹھا ہے اور کس کا کڑوا وکسیلا ہے۔(الفوائد لابن القیمؒ:1/164) اسی لئے آج وقت کی قدر کرلو۔

میرے دوستو! وقت ایک ایسی قیمتی چیز ہے کہ آپ دنیا کی ہر چیز روپے پیسے دے کر خرید سکتے ہیں مگر وقت نہیں اسی لئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ "اَلْوَقْتُ أَثْمَنُ مِنَ الذَّهَبِ" وقت سونے وچاندی اور تمام ہیرے وجواہرات سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ اس کی ایک ایک گھڑی، ہر سکنڈ اور ہر منٹ اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت بھی اس کی قیمت ادا نہیں کرسکتی ہے، یہ وقت اتنا قیمتی ہے مگر افسوس کہ ہم سب اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع وبرباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں، دن پر دن، مہینہ پر مہینہ اور سال پر سال گذرتا جارہا ہے مگر ہم غفلت ولاپرواہی کے شکار ہیں، ابن انشا نے کیا ہی خوب کہا ہے:

اک سال گیا اک سال نیا ہے آنے کو
پر وقت کا اب بھی ہوش نہیں دیوانے کو

بہت سارے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جب انہیں نماز ودیگر عبادات کے لئے تلقین کی جاتی ہے تو یہ جواب دیتے نظر آتے ہیں کہ کیا کریں وقت ہی نہیں ملتا ہے حضرت، افسوس صد افسوس ہمارے پاس ہر چیز کو انجام دینے کے لئے وقت ہے اور اگر وقت نہیں ہے تو نماز وعبادات کے لئے نہیں ہے! کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وقت کو اپنے موبائل کے ذریعے برباد کررہے ہیں، صبح وشام، رات ودن اپنے موبائل میں گھسے رہتے ہیں تب انہیں وقت ملتا ہے، ہم اور آپ گھنٹوں اپنے موبائل میں یوٹوب، فیس بک، واٹساپ، انسٹا گرام وغیرہ سوشل نیٹ ورک پر بیہودہ ویڈیو اور ریلس وغیرہ دیکھتے ہیں، موبائل میں لوڈو گیم، کینڈی کریش گیم وغیرہ کھیلتے ہوئے اپنی زندگی کے قیمتی لمحوں کو برباد کرتے ہیں اسی طرح سے کرکٹ ودیگر ٹی وی پروگرام کو دیکھتے ہوئے گھنٹوں ہم ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں تب ہمارے پاس وقت ہوتا ہے اور اگر وقت نہیں ہوتا ہے تو صرف نماز ودیگر عبادات کے لئے وقت نہیں ہوتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، کیا ہی خوب کہا ہے امام ابن قیم الجوزیؒ نے کہ "إِضَاعَةُ الْوَقْتِ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ لِأَنَّ إِضَاعَةَ الْوَقْتِ تقطعك عَنِ اللهِ وَالدَّارِ الْآخِرَةِ وَالْمَوْتُ يقطعك عَنِ الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا الدُّنْيَا" وقت کو ضائع وبرباد کرنا یہ موت سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وقت کی بربادی سے ایک انسان اللہ اور یوم آخرت سے غافل ہوجاتا ہے اور موت تو ایک انسان کو صرف دنیا اور اہل دنیا سے جدا کرتی ہے۔(الفوائد لابن القیم:1/31) اسی وقت کے بارے میں امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں صوفیا کے ساتھ رہا ہوں اور ان کی دو ہی باتوں سے فائدہ اٹھایا ہے میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ وقت تلوار کے مانند ہے یا تو تم اسے کاٹ دو یا وہ تجھے کاٹ دے گی اور اپنے نفس کو حق میں مشغول رکھو ورنہ وہ تجھے باطل میں مشغول کردے گا۔(تحفۂ وقت:47) یقینا وقت کی بربادی ایک انسان کی مکمل ہلاکت وبربادی کی علامت ہے، بعض سلف صالحین نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ "مِنْ عَلَامَةِ الْمَقْتِ إِضَاعَةُ الْوَقْتِ" وقتوں کو ضائع وبرباد کرنا اللہ کی ناراضگی کی علامت وپہچان ہے۔(زندگی اور وقت:ص:106) اور یہی وجہ ہے کہ اسلاف کرام وقت کو ضائع وبرباد کرنے سے لوگوں کو بار بار متنبہ کیا کرتے تھے اور خود اپنے آپ کو بھی ہر اس کام سے دور رکھتے تھے جس سے ان کا وقت ضائع وبرباد ہوتا ہو، مثال کے طور پر آٹھویں صدی کے مشہور محدث امام شمس الدین اصبھانیؒ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب الدرر الکامنۃ میں لکھتے ہیں کہ امام اصبھانیؒ اس وجہ سے کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے کہ زیادہ کھانے سے پیشاب وپاخانے کی زیادہ ضرورت پڑے گی اور اس طرح سے بار بار جانے سے وقت بہت ضائع ہوگا۔(الدرر الکامنۃ:4/328) اسے کہتے ہیں وقت کی قدر وقیمت کو جاننا اور سمجھنا۔

میرے دوستو! آپ وقت کا جتنا صحیح استعمال کریں گے اتنا ہی وقت میں آپ کے لئے برکت رکھ دی جائے گی اور جتنا زیادہ آپ وقت کو برباد کریں گے اتنا ہی آپ سے خیر وبرکت کو چھین لی جائے گی، محمد اسماعیل میرٹھی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

وقت میں تنگی فراخی دونوں ہیں جیسے ربڑ
کھینچنے سے بڑھتی ہے اور چھوڑنے سے جاتی ہے سکڑ

اسی لئے وقت کی قلت کی شکایت نہ کیا کریں اور یہ نہ کہا کریں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے بلکہ یہ سوچو کہ ہم کتنے بدنصیب اور کتنے نکمے اور گئے گذرے ہوچکے ہیں کہ رب نے ہمیں اپنے آگے جھکنے اور مسجد میں آنے کی توفیق ہی چھین لی، اس بارے میں امام حسن بصریؒ نے کیا ہی خوب کہا کہ " مِنۡ عَلَامَةِ إِعۡرَاضِ اللهِ عَنِ الۡعَبۡدِ أَنۡ يَجۡعَلَ شُغۡلَهُ فِيمَا لَا يَعۡنِيهِ خُذۡلَانًا مِنَ اللهِ" اللہ کا اپنے بندے سے اعراض کرنے کی نشانی وعلامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ بندے کو رسوا وذلیل کرنے کے لئے اسے بیکار کے کاموں میں مصروف کردے۔(جامع الحکوم والحکم، ص:139 بحوالہ: زندگی اور وقت، ص:19)

آج جو لوگ وقت کا بہانہ بنا کر نماز وعبادات کی پابندی نہیں کرتے ہیں کل ایسے ہی لوگ یہ آرزو اور یہ تمنا کریں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو ہمیں ایک اور موقع دے دے تاکہ ہم نیک بن جائیں، رب نے کیا ہی پیارا نقشہ کھینچ کر کہا کہ اے لوگو! آج تمہارے پاس موقع ہے اپنے رب کی عبادت وبندگی کرنے کا، آج تمہارے پاس وقت ہے قرآن کے مطابق زندگی گذارنے کا کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب کو دیکھنے کے بعد تم میں سے کوئی یہ کہنے لگے " أَنۡ تَقُولَ نَفۡسٌ يَا حَسۡرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطۡتُ فِي جَنۡبِ اللهِ وَإِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ" ہائے افسوس! (مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی) میں نے تو اللہ تعالی کے حق میں بہت کوتاہیاں کی ہیں بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا " أَوۡ تَقُولَ لَوۡ أَنَّ اللهَ هَدَانِي لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِينَ" یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوتا " أَوۡ تَقُولَ حِينَ تَرَى الۡعَذَابَ لَوۡ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الۡمُحۡسِنِينَ" یا عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش! کہ کسی طرح میرا دنیا میں لوٹ جانا ہوتا تو میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوجاتا۔(الزمر:54-58)

برادران اسلام! قرآن کے مطالعے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک انسان کے سامنے دو لمحے اور دو پل ایسے آتے ہیں جب ایک انسان کو وقت کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور تب وہ اس وقت پچھتائے گا، روئے گا اور چلائے گا اور افسوس کرے گا مگر تب تک بہت دیر ہوچکی ہوگی، اس وقت انسان کے رونے دھونے اور چلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، پہلا وہ لمحہ جب ایک انسان کے پاس اس کی روح کو لے جانے والا موت کا فرشتہ ملک الموت آئے گا تو اس وقت ایک انسان کیا آرزو اور کیا تمنا کرے گا ذرا قرآن کا اعلان سن لے " وَأَنۡفِقُوا مِنۡ مَا رَزَقۡنَاكُمۡ مِنۡ قَبۡلِ أَنۡ يَأۡتِيَ أَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوۡلَا أَخَّرۡتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنۡ مِنَ الصَّالِحِينَ" اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے بس تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے دے تاکہ میں صدقہ کرلوں او رنیک لوگوں میں سے ہوجاؤں۔ (المنافقون:10) اور دوسرا وہ لمحہ ہوگا جب ایک انسان اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم کے حوالے کردیا جائے گا تو وہاں پر ایک انسان کو وقت کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوگا پھر وہاں پر چیخے گا، چلائے گا اور روئے گا، قرآن گواہی دے رہا ہے " وَهُمۡ يَصۡطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِي كُنَّا نَعۡمَلُ " اور وہ لوگ جہنم میں چلائیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس جہنم کی عذاب سے نکال دے اب ہم سارے برے کام چھوڑ کر صرف اور صرف اچھے اچھے اور نیک کام ہی کریں گے، اللہ کہے گا کہ اے انسان بھلا یہ بتلا " أَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنۡ نَصِيرٍ" کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا اسی لئے اب عذاب کا مزہ چکھو ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔(فاطر:37) انسان وہاں پر ہر بہانہ بھول جائے گا، اللہ کی پناہ! کیا بتاؤں لوگ کیسے کیسے بہانے بازیاں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے، کوئی کہتا ہے کہ میرا گھر مسجد سے بہت دور ہے، کوئی کہتا ہے کہ میں دوکان میں اکیلا ہوں، کوئی کہتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے نہیں آتی ہے، کوئی کہتا ہے کہ مجھے نماز کی دعائیں یاد نہیں ہے، کوئی کہتا ہے کہ ابھی میری عمر ہی کیا ہے نماز پڑھنے کی، ابھی میں جوان ہوں بڑھاپے میں پڑھوں گا الغرض لوگوں کے پاس ہزاروں حیلے وبہانے ہیں مگر یاد رکھ لیں یہ سب حیلے وبہانے رب کے پاس چلنے والے نہیں ہیں، جیسا کہ محبوب خدا ﷺ نے فرمایا " أَعۡذَرَ اللهُ إِلَى امۡرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً" اللہ تعالی نے اس آدمی کے عذر کے سلسلے میں حجت تمام کردی جس کی موت کو مؤخر کیا یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔(بخاری:6419)

2022 کے گذرتے ہی اب ہم میں سے بہت سارے ایسے لوگ ہوجائیں گے جن کی عمر چالیس سال ہوجائے گی یا پھر چالیس سال سے زیادہ ہوجائے گی تو سن لیجئے جس انسان کی بھی چالیس سال عمر ہوجائے تو وہ انسان نیکیوں کو زیادہ انجام دے اور برائیوں سے باز آجائے اسی لئے قرآن مجید کے اندر رب العزت نے خاص طور سے چالیس سال کے ہوجانے پر یہ تعلیم دی کہ جس انسان کی عمر چالیس سال ہوجائے وہ انسان یہ دعا بکثرت کرے " رَبِّ أَوۡزِعۡنِي أَنۡ أَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِي أَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنۡ أَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضَاهُ وَأَصۡلِحۡ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبۡتُ إِلَيۡكَ وَإِنِّي مِنَ الۡمُسۡلِمِينَ" کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے اس بات کی توفیق دی کہ میں تیری اس نعمت پر شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین

پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد کو بھی نیک بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔(الاحقاف:15)

اسی لئے میرے دوستو! آج سے ہی ہر طرح کے حیلے و بہانے کو چھوڑ دو اور نیک اعمال کے لئے کمر کس لو کیونکہ وہاں تو ہر انسان وہی کاٹے گا جو آج بوئے گا، یہ جو زندگی اللہ نے ہم کو اور آپ کو عطا کی ہے وہ صرف اور صرف اس لئے تاکہ ہم اپنی آخرت کے لئے تیاری کرلیں، ہماری زندگی کے ہر لمحے کا ہم سے سوال کیا جائے گا 2022 کے جانے اور 2023 کے آنے پر خوشی اور جشن نہ مناؤ، بلکہ یہ سوچو کہ 2022 کے 365 دنوں اور راتوں کے ایک ایک پل اور ایک ایک لمحے کا ہم سے حساب لیا جائے گا "فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ، عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ" قسم ہے تیرے پروردگار کی! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے ہر اس چیز کی جو وہ کیا کرتے تھے۔(الحجر:92-93) ہماری زندگی کے ایک ایک لمحوں میں کی گئی ہماری کرتوتوں کو حاضر کیا جائے گا، فرمان باری تعالی ہے "يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ" جس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا اور پھر یہ آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت دوری ہوتی، اللہ تعالی تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔(آل عمران:30) غور کیجئے کہ کس طرح سے ایک انسان یہ آرزو اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کی برائیوں کو اس سے دور کر دیا جائے اسی لئے اب بھی وقت ہے اپنی آخرت کے لئے کچھ نیکیاں جمع کرلو کیونکہ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب ہم سب اپنے رب کے حضور اس طرح سے پیش کئے جائیں گے کہ ہمارے دائیں اور بائیں طرف ہمارے اعمال و کرتوت ہوں گے اور سامنے جہنم کی آگ ہوگی جیسا کہ حبیب کائنات محبوب خدا ﷺ نے فرمایا "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ" کہ تم میں سے ہر ایک سے اللہ اس طرح سے بات کرے گا کہ بیچ میں کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی پردہ و حجاب ہوگا جو اسے چھپا دے اور پھر "فَيَنْظُرُ مِنْ عَنْ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ مِنْ عَنْ أَيْسَرَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ" جب وہ انسان اپنی دائیں اور بائیں جانب نظر دوڑائے گا تو اسے اپنے آگے بھیجے ہوئے اچھے اور برے اعمال ہی نظر آئیں گے اور ساتھ میں ہولناک منظر تو یہ بھی ہوگا کہ "ثُمَّ يَنْظُرُ أَمَامَهُ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ" انسان دیکھے گا کہ جہنم کی آگ اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہے اسی لئے اے لوگو! "فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ" تم میں سے جو کوئی بھی جہنم کی آگ سے بچنے کا سامان تیار کر سکتا ہے وہ آج ہی کرلے خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے کیوں نہ ہو۔ (بخاری:7443، مسلم:1016، ابن ماجہ:185، ترمذی:2415)

برادران اسلام! ذرا سوچو! اس وقت ہماری کیا حالت ہوگی جب ہماری آنکھوں کے سامنے جہنم کی آگ منہ کھولے کھڑی ہوگی اور ہمارے دائیں و بائیں ہمارے کرتوت ہوں گے اور پھر ہم سے ہمارا رب یہ پوچھے گا کہ اے انسان بتا تو نے اپنی زندگی میں کیا کیا؟ میں نے تجھے اتنی اور اتنی عمر دی تھی بتا تو نے کیا کیا؟ میں نے تجھے جوانی دی تھی بتا تو نے کیا کیا؟ اس حالت کی خبر دیتے ہوئے حبیب کائنات ﷺ نے بیان کیا کہ اے لوگو! "لَا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ" قیامت کے دن جب کوئی انسان رب کے حضور کھڑا ہوگا تو اس کے قدم رب العالمین کے پاس سے اس وقت تک اٹھ نہیں سکیں گے جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے! سب سے پہلا سوال کیا جائے گا کہ اے انسان ذرا یہ تو بتا کہ "عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ" تو نے اپنی عمر کو کس کام میں ختم کیا؟ پھر دوسرا سوال ہوگا کہ اے انسان یہ بھی تو بتاؤ کہ "وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ" تو نے اپنی جوانی کو کس کام میں خراب کیا؟ پھر تیسرا سوال ہر انسان سے ہوگا "وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ" کہ اے انسان یہ بھی تو بتا کہ تو نے دنیا میں مال کہاں سے کمایا؟ اور پھر چوتھا سوال ہوگا کہ اے انسان ذرا یہ تو بتا کہ تو نے جو مال کمائے تھے "وَفِيمَ أَنْفَقَهُ" اس کو کہاں کہاں خرچ کئے؟ اور پھر پانچواں اور آخری سوال ہر انسان سے یہ کیا جائے گا کہ اے انسان یہ بتاؤ "وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ" تم نے کتنا علم حاصل کیا تھا اور اس پر کتنا عمل کیا؟ (ترمذی:2416 وحسنہ الالبانیؒ) میرے دوستو! ذرا سوچئے کہ کیا ہمارے پاس ان سوالوں کے جوابات ہیں؟ کتنی افسوس کی بات ہے قیامت کے دن کے سوالات بھی آؤٹ کر دئے گئے ہیں اور جوابات بھی حل کر کے دے دئے گئے ہیں مگر پھر بھی ہم سب اس امتحان کے لئے تیاری نہیں کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا، جیسا سب کے ساتھ ہوگا ویسا میرے ساتھ بھی ہوگا! بھلا بتلائیے کہ ہم سے بڑا نادان و بیوقوف اور کون ہو سکتا ہے کہ ہمیں سب کچھ معلوم ہیں مگر پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، لمحہ لمحہ اور دن بدن برف کی مانند ہماری زندگی ختم ہو رہی ہے اور ہم بس یہی کہتے رہتے ہیں کہ بس جمعہ سے نمازی بن جاؤں گا، اب رمضان آنے میں کچھ ہی مہینہ ہے بس اس رمضان سے میں اللہ والا بن جاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔

میرے پیارے پیارے اسلامی بھائیو! ہر طرح کے حیلے و بہانے چھوڑ دو اور نیک کاموں میں لگ جاؤ، اپنی زندگی اور صحت و تندرستی کو غنیمت جانو کیونکہ آج

ہمارے پاس صحت وتندرستی ہے کیا پتہ کل ہو نہ ہو، آج ہمارے پاس زندگی ہے کیا پتہ کل ہماری زندگی کا آخری دن ہو، کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا" کوئی شخص یہ نہیں جانتا ہے کہ وہ کل کیا کرے گا۔(لقمان:34)اسی لئے اپنی زندگی اور صحت وتندرستی کو غنیمت جانو اور اپنی آخرت کے لئے کچھ نیکیاں جمع کرلو۔انہیں باتوں کی نصیحت کرتے ہوئے حبیب کائنات ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ "اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ"،اے انسان! پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو اور جانو نمبر ایک "شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ" اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو نمبر دو "وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ" اور اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو نمبر تین "وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ" اور اپنی مالداری کو اپنی غربت سے پہلے غنیمت جانو نمبر چار "وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ" اور اپنی فرصت اور فری ٹائم کو اپنی مشغولیت ومصروفیت یعنی بزی ہوجانے سے پہلے پہلے غنیمت جانو نمبر پانچ "وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ" اور اپنی زندگی کو موت آنے سے پہلے غنیمت جانو۔(صحیح الجامع للألبانی رحمہ اللہ: 1077، صحیح الترغیب والترهیب للألبانی رحمہ اللہ:3355)

قارئین کرام! ہمارے نبی ﷺ ہمیں اس بات کی تلقین کررہے ہیں کہ نیکیاں جمع کرلو ابھی تمہارے پاس وقت ہے، زندگی ہے، صحت ہے اور فرصت ہے کیا پتہ کل تمہارے پاس یہ ساری چیزیں نہ ہوں، آج ہمارے پاس یہ ساری نعمتیں ہیں مگر ہمیں اس کی قدر نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں اس کی اہمیت کا اندازہ ہے کیا ہی خوب اور سچ فرمایا ہے مدینے والے نے کہ "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ" دو نعمتیں ایسی ہیں جن کو پاکر کے بھی بہت سارے لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں بلکہ انہیں ضائع وبرباد کرکے گھاٹے میں رہتے ہیں ایک ہے صحت وتندرستی اور دوسری ہے فرصت کے اوقات۔(بخاری:6412) بالکل سچ فرمایا ہے نبی ﷺ نے کہ ہم اور آپ بھی ایسا ہی کرتے ہیں جب ہمارے پاس صحت وتندرستی ہوتی ہے تب ہم نماز وعبادات سے دور رہتے ہیں اور جب بیماری آجاتی ہے تب ہم نماز وغیرہ پڑھنا چاہتے ہیں، جب ہمارے پاس فرصت کے اوقات ہوتے ہے تب ہم تفریح کرتے ہیں اور جب مصروف ہوجاتے ہیں تب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہے، اے لوگو! اللہ کے واسطے ایسا نہ کیا کرو، بڑھاپے کا انتظار نہ کیا کرو، ریٹائرمینٹ کا انتظار نہ کیا کرو اور نیکیوں کے معاملے میں یہ نہ کہا کرو کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا بلکہ ابھی سے اللہ کی عبادت وبندگی میں لگ جاؤ اور یہ فرمان مصطفی ﷺ یاد رکھو کہ "تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ"، اگر تم خوشحالی میں اللہ کو یاد رکھوگے تو بدحالی میں اللہ تمہیں یاد رکھے گا، صحتمندی میں اگر تم اللہ کو یاد رکھوگے تو بیماری کے دنوں میں اللہ تمہیں یاد رکھے گا۔(مسند احمد:2803)اور ہاں یہ بھی یاد رکھو کہ جو انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کی پریشانی کے وقت میں اللہ اس کی مدد کرے، بدحالی اور غم وفکر کے وقت میں اللہ اس کا حامی وناصر ہو تو وہ انسان اپنی خوشی کے دنوں میں اللہ کو نہ بھولے جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللَّهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكَرْبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ" کہ جس انسان کی یہ خواہش ہو کہ پریشانی اور سختی کے دنوں میں اللہ اس کی مدد کرے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرلے تو اس انسان کو چاہئے کہ وہ خوشحالی کے دنوں میں اللہ سے قریب رہ کر زیادہ دعائیں کیا کرے۔(ترمذی:3382 وحسنہ الالبانی رحمہ اللہ)

میرے پیارے پیارے اسلامی بھائیو!

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

ذہن نشین رہے کہ آج اس دنیاوی زندگی میں جو ہم بوئیں گے کل بروز قیامت وہی کاٹیں گیا گر ہم نے وقت رہتے اپنے لئے کچھ نیکیاں جمع نہ کیں اور اسی طرح سے موج ومستی اور من مانی زندگی گذارتے رہے تو کل ہم سے یہ کہا جائے گا کہ دنیا میں تو تم نے بہت مزے کرلئے اور اب "فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ"، تم اپنے اس دن کے ملاقات کو بھلادئے جانے کا مزہ چکھو، جس طرح سے تم نے مجھے دنیا میں بھلادیا تھا اسی طرح سے آج ہم تمہیں بھلادیں گیا اور اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔(السجدہ:14) اسی کے برعکس اگر آج ہم نے اس دنیا میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے زندگی کو گذارا تو کل بروز قیامت ہم سے کہا جائے گا کہ "أُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ"،جاؤ اب تم جنت کے اندر داخل ہوجاؤ اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم دنیا کے اندر کیا کرتے تھے۔(النحل:32)اور پھر جنت میں اہل جنت سے کہا جائے گا کہ اے لوگو! تم اب جنت میں عیش وآرام سے رہو اور "كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ"، مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کئے تھے۔(الحاقۃ:25)اب فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟ اللہ کی رحمت ونعمت یا پھر جہنم کی آگ وعذاب؟؟

اب آخر میں رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اے الہ العالمین تو ہمارے وقتوں میں برکت عطا فرما اور ہم سب کو اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام

دو روزہ عالمی سیمینار

بعنوان

شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ - حیات و آثار

(سیمینار کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا)

اس تاریخی موقع پر شیخ محمد عزیر شمسؒ کے معارف و آثار پر مشتمل
وقیع یادگار مجلّہ شائع ہوگا۔ ان شاءاللہ

الحمدللہ! ملک و بیرون ملک سے علماء و محققین کے گرانقدر مقالات موصول ہو رہے ہیں۔
مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال فرمائیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں: 9213172981, 7290902785
ozairshamsseminar@gmail.com

شعبۂ نشر و اشاعت

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل 4116 اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶ Ph: 011-23273407, 011-23216613
Website: www.ahlehadees.org, Email: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُرزور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ و روغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292